بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان دار الامان

قیمت بہر حال پیشگی	تمام خط و کتابت بنام مہتمم
	مدیر قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۵ | بابت ماہ جنوری ۱۹۲۰ء مطابق ربیع الاول ۱۳۳۸ھ | نمبر ۱

یہ رسالہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

فہرست مضامین

قیمت سالانہ

(عہ)

عوام سے دو روپیہ آٹھ آنہ

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد ... نے شائع کیا

سالانہ جلسہ جماعت احمدیہ

پر

حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے تشحیذ کی سفارش فرمائی

الحمدللہ کہ ہمارا جلسہ سالانہ نہایت کامیابی سے بخیر وخوبی ختم ہوا۔ حضور نے اپنی پہلی تقریر میں رسالہ تشحیذ کی نسبت فرمایا۔ کہ اس میں علمی مضامین جو بہت مفید ہیں۔ شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور پچھلے دنوں اختلاف کے موقعہ پر بھی مفید و علمی مضامین اس میں چھپے۔ پس اس کے خریدار بننا چاہیئے۔

پھر ارشاد کیا۔ کہ میں نے اس رسالہ کی اعانت کے لیئے بھی تحریک کروائی تھی۔ اس میں بھی احباب کو حصّہ لینا چاہیئے۔ میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ احباب جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح کے اس ارشاد و تحریک کی نسبت خاص توجّہ دینگے۔ اور جہاں تک جلد ممکن ہوسکے۔ تشحیذ کیلئے نئے خریدار اور رقم اعانت یہاں بھجوائینگے۔ اس سے پہلے جناب ناظر صاحب نے پانچ بار الفضل میں تحریک فرمائی مگر بہت کم احباب نے اس طرف توجہ دی ہے۔ اب جبکہ حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے تمام جماعت احمدیہ کے قائمقاموں کو جو جلسہ سالانہ پر حاضر تھے۔ خود زبان مبارک سے بتادیا۔ کہ تشحیذ کی علمی خدمات سلسلہ احمدیہ میں قابلقدر ہیں۔ اس کے خریدار بڑہانے چاہئیں۔ اور زر اعانت بھیجکر اس قرض کو بے باق کردینا چاہیئے۔ جو پانسو کے قریب تشحیذ کے ذمّے اور واجب الادا ہیں۔ اُمید کی جاتی ہے۔ کہ پھر اس بارے میں کبھی لکھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

نیاز مند منیجر تشحیذ قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جنوری ۱۹۲۰ء

تصحیح الصلوٰۃ فی جواب توضیح الآیات

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ اس نے دنیا کی اصلاح کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ اور آپؐ کو ایسی کتاب دی۔ جو تمام کتب سے اکمل و افضل ہے۔ اور خود اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ کوئی نہیں۔ جو شریعت محمدیہ میں تبدیلی کر سکے۔ جیسا کہ فرمایا۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون ط لیکن پھر بھی باوجود ایسے وعدۂ حفاظت کے بعض کم عقل لوگ اس پاک و مطہر کتاب کی طرف تبدیلی کا نقص منسوب کر رہے ہیں۔ اور خلق خدا کو گمراہی میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ حال میں ہی ایک رسالہ مسمی بتوضیح الآیات فی رکعات الصلوٰۃ موصول ہوا ہے۔ جو ایک شخص مسمی مولوی تصدق حسین صاحب کی تصنیف ہے۔ اور اس میں اس نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ نماز دراصل دو رکعت ہی فرض ہے۔ چار رکعت نہیں ؎

خطاب اگرچہ اس میں شیعوں سے کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ ہم احمدی جماعت سے ہیں۔ اور مسیح موعودؑ کو مانتے ہیں۔ اسلئے جو کوئی بھی قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے برخلاف عقیدہ نکالے۔ اس کے مقابلہ پر آتے ہیں۔ اور ہر وقت سینہ سپر رہتے ہیں۔ اس لئے ہم نے اس کے جواب دینے کی ضرورت متصور کر کے چاہا ہے۔ کہ اس کا جواب مختصر طور پر لکھدیا جائے۔

ہمارا استدلال رسالہ توضیح الآیات کے جواب میں ہم نے اکثر شیعوں ہی کی کتابوں سے تمسک کیا ہے۔ پس ناظرین اس بات کو ذہن نشین کر لیں۔ کہ مشکوٰۃ و بخاری و مسلم و ترمذی و ابن ماجہ کے سوا جن کتب کا حوالہ جواب میں دیا گیا ہے۔ وہ شیعوں کی مسلّمہ کتب ہیں۔ اور خصوصاً وہ کتابیں جن سے خود مصنف توضیح الآیات نے استدلال کیا ہے۔ ہمارے استدلال میں مدنظر ہیں۔ اب ہم توضیح الآیات کا جواب ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ وھوھذا

مصنف صاحب کا تمسک مصنف رسالہ مذکورہ نے قرآن مجید سے تمسک کرنا چاہا ہے اور اپنے مقصد کے اثبات کیلئے چاروں طرف ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ کہ کسی نہ کسی طرح قرآن مجید سے ثابت ہو جائے۔ کہ نماز دو رکعت ہی فرض ہے۔ چار رکعت نہیں۔ اور ہر ایک نماز کی دو دو رکعت ہی ہیں۔ اور اپنے استنباط میں کچھ احادیث بھی لکھی ہیں۔ اس لئے ہم نے مناسب سمجھا ہے۔ کہ کچھ احادیث بھی اس بات کے اثبات میں لکھدیں۔ کہ جنسے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نماز دراصل دو رکعت ہی فرض نہیں۔ بلکہ تین اور چار بھی ہیں۔ اور اسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ اور صحابہ کرامؓ اور ائمہ اہل بیت اور تمام اُمّت محمدیہ کا سوائے مصنف اور اس کے ہمخیالوں کے تعامل رہا ہے۔ کہ نماز دو رکعت ہی فرض نہیں ہے۔

استدلال مصنّف مصنّف رسالہ توضیح الآیات نے قرآن مجید کی آیت فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوٰت فسوف یلقون غیا لیکر لیا ہے۔ اور اس کے ساتھ آیت لترکبنّ طبقا عن طبق ملا کر یہ ثابت کیا ہے۔

کہ یہ ایک پیشگوئی تھی۔ کہ اُمّت محمدیہ بھی نماز کو ضائع کریگی۔ اور یہ سچ ہے۔ کہ کوئی بھی جو قرآن مجید کے اصولوں کے خلاف قلم اٹھاتا ہے۔ اور بدعت نکالتا ہے۔ تو بدعت کے نکالنے کے لئے کھڑا نہیں ہوتا۔ مگر اس کی حالت ولا یقوم الا کما یتخبط الشیطن من المس کی سی ہوتی ہے۔ اور مخبوط الحواسی اور پریشانی اور فساد عقل اس کے شامل حال جیسا کہ مصنف صاحب کے ساتھ ہے ؎

مُصنّف کی مخبوط الحواسی لائق مصنف رسالہ توضیح اضاعوا الصلوٰۃ کے معنے کرنے کے لئے تفسیر صافی کا حوالہ دیتے ہیں۔ کہ اضاعوا الصلوٰۃ اخروھا عن وقتھا و فی الکافی عن الصادق علیہ السلام فی حدیث ولیس ان عجلت قلیلا و اخرت قلیلا بالذی یضرک مالم تضیع تلک الاضاعۃ فان اللہ عزوجل یقول لقوم اضاعوا الصلوٰۃ الایۃ و فی مجمع البیان عنہ اضاعوا الصلوٰۃ بتاخیرھا عن مواقیتھا من غیر ان ترکوھا

ترجمہ۔ ضائع کرتے تھے نمازوں کو یعنی اوقات سے تاخیر کرتے تھے۔ کافی میں حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ تھوڑا سا وقت سے پس وپیش کرنا ایسا نہیں کہ تجھے ضرر پہنچائے۔ یہ اس حد تک نہیں پہنچتا جس کے لئے اللہ عزوجل نے ایک قوم کو فرمایا۔ کہ ضائع کرتے تھے نماز کو۔ اور مجمع البیان میں انہی حضرت علیہ السلام سے ہے۔ کہ ضائع کی انھوں نے نماز وقت میں دیر کرنے سے نہ یہ کہ تارک الصلوٰۃ تھے یہ ترجمہ کر کے لائق مصنف اس کی یہ تشریح کرتے ہیں۔ پہلی حدیث کا مطلب صاف یہی ہے۔ کہ وقتوں میں آگے پیچھے کرنا اس آیت کا مصداق نہیں۔ دوسری حدیث میں صاف یہ لفظ ہیں کہ وہ تارک الصلوٰۃ نہ تھے ؎

اب دیکھو۔ مؤلف صاحب کا لکھنا کہ اضاعوا الصلوٰۃ سے مراد نمازوں میں تعجیل و تاخیر نہیں۔ کیا ثابت نہیں کرتا۔ کہ ان کے دماغ میں کوئی فتور ہے۔ یا عربی سے نابلد ہیں۔ کیونکہ پہلے تحریر فرما چکے ہیں۔ کہ اضاعوا الصلوٰۃ کے معنے اخّروھا عن وقتھا کے ہیں (۲) پھر حدیث کے معانی بیان کرنے میں جو غلطی کی ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔ اس لفظ کے

معنے جس سے یہ نکلتا تھا۔ کہ تعجیل و تاخیر بھی اضاعوا الصلوٰۃ کے معنوں میں شامل ہے چھوڑ دیئے۔ یعنی مالم تفضیح تلک الاضاعۃ (اسوقت تک تعجیل و تاخیر اضاعوا الصلوٰۃ میں شامل نہیں۔ جبتک کہ وہ اضاعۃ کی حالت کو نہ پہنچے) یعنی جب بہت تعجیل و تاخیر نمازوں میں کرنی شروع کردیں۔ تو وہ اضاعوا الصلوٰۃ میں شامل ہونگے ؛

تفسیر عمدۃ البیان

اس کے بعد ہم دوسری تفاسیر میں دیکھتے ہیں۔ کہ کیا مصنّف صاحب کی بات کی تائید کسی دوسری تفسیر سے بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہوتی۔ تو ان کو ڈرنا چاہیئے۔ کہ اپنی رائے سے کیوں غلط تفسیر کرتے ہیں۔ اور جو تفسیر صافی میں لکھا ہے۔ اس کے کیوں برخلاف کرتے ہیں۔ رسول کریمؐ فرماتے ہیں من فسر القرآن برأیہ فاصاب الحق فقد اخطاء کہ جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے۔ تو اگر وہ حق کو پا بھی لے۔ تو بھی وہ مخطی ہے۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ہے۔ کہ من فسر القرآن برایہ فلیتبوء مقعدہ من النار۔ کہ جو اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرے۔ تو وہ اپنی بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں بنالے۔ پھر امام ابو عبداللہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ قال من فسر القرآن برایہ ان اصاب لم یوجر وان اخطاء فھو ابعد من السماء۔ تفسیر صافی صہ۹ (المقدمۃ الخامسۃ)۔ پھر تفسیر عمدۃ البیان اضاعوا الصلوٰۃ کے معنے یہ لکھتا ہے۔ ضائع اور ترک کیا۔ انہوں نے نماز کو کبھی پڑھی اور کبھی نہ پڑھی اور جو پڑھی۔ تو وقت کو ٹال کر تنگ وقت میں پڑھی ؛

تفسیر مجمع البیان

تفسیر مجمع البیان میں اضاعوا الصلوٰۃ کے معنے ای ترکوھا عن محمد بن کعب قیل اضاعوھا بتاخیرھا عن مواقیتھا من غیر ان ترکوھا اصلا عن ابن مسعود و ابراھیم و عمر بن عبد العزیز و الضحاک وھو المروی عن ابی عبد اللہ لکھے ہیں۔ یعنی اضاعوا الصلوٰۃ کے معنے یہ ہیں۔ کہ انہوں نے نمازوں کو چھوڑ دیا۔ محمد بن کعب سے روایت ہے۔ کہا گیا ہے۔ انہوں نے نمازوں کو ضائع کردیا۔ ان کے وقتوں سے مؤخر کردینے کے ساتھ۔ یہ نہیں۔ کہ انہوں

نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ ابن مسعود اور ابراہیم اور عمر بن عبد العزیز اور ضحاک اور ربیع ابی عبید اللہ سے بھی یہی مروی ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔ پس واضح ہو گیا۔ کہ امم سابقہ کے لوگ صاحب شریعت کے بعد نمازوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ لغظ الفقہ میں ضائع بمعنی لم یعبوا لکھا ہے۔ جس کے معنے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ دیکھو اوپر تو امام صاحب کے معنے یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ اضاعوا الصلوٰۃ سے مراد ان کے اوقات سے مؤخر کرکے پڑھنا ہے لیکن یہاں آکر اس کی ترمیم کرتے ہیں۔ کہ وہ معنے ٹھیک نہیں۔ بلکہ لم یعبؤ کے معنے صحیح ہیں۔ الفقہ کے معنے لکھنے سے شاید یہ مراد ہے۔ کہ امام صاحب کے معنے غلط ہیں "

قولہ ۔ اب اس بیان کو یہاں آیت لترکبن طبقا عن طبق سے مطابق کرکے نتیجہ نکالو۔ اور غور فرماؤ۔ پھر اس کے آگے اس آیت کی تفسیر تفسیر صافی سے نقل کی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے۔ کہ اُمت محمدیہ یہود اور نصاریٰ کی ضرور ضرور پیروی کریگی اور وہ ان گناہوں کی ضرور مرتکب ہوگی۔ جن کی پہلی امم مرتکب ہوئیں۔ اور ان چیزوں میں سے جو اسلام میں امت محمدیہ ضائع کریگی۔ امامت ہوگی۔ اور دوسرے اس میں سے نماز ہوگی "

اقول ۔ یہ بات بالکل صحیح اور سچ ہے۔ کہ امت محمدیہ نے یہود کی باتوں کو اختیار کیا اور انہی کے نقش قدم پر چلی۔ جیسا کہ مصنف نے قمی کی عبارت نقل کی ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ ان چیزوں سے جو کہ اسلام میں ضائع ہونگی۔ امامت ہے۔ یعنی جب امام آخر الزمان مبعوث ہوگا۔ تو لوگ اس کا انکار کرینگے۔ پس موجودہ زمانہ میں امام آخر الزمان پیدا ہوا۔ اور اس نے دنیا کو صراط مستقیم پر بلایا۔ لیکن جیسا کہ رسول کریمؐ فرما چکے تھے۔ کہ میری اُمت یہود کی پیروی کریگی۔ انہوں نے اس کے سامنے سے ایسا ہی انکار کیا۔ جیسا کہ یہودیوں نے کیا۔ کیونکہ یہود نے بھی بروقت دعوت عیسیٰ علیہ السلام ناصری کو یہی جواب دیا تھا۔ جیسا کہ حال کے مسلمانوں نے محمدی مسیحؑ کی دعوت پر دیا۔ یہود نے کہا تھا۔ کہ ہم تجھکو کیسے مان سکتے ہیں۔ حالانکہ ملاکی نبی کی

کتاب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ایلیاء آسمان سے اتریں گے۔ اسی طرح مسلمانوں نے بھی یہی جواب دیا۔ کہ ہم مسیح موعودؑ مرزا غلام احمد صاحب کو کیسے مان سکتے ہیں۔ جبکہ مسیح ناصری آسمان پر سے اتریں گے۔ اور دوسرا یہ لکھا ہے۔ کہ "نماز ضائع ہو گی۔" سو نماز بھی ضائع ہوئی۔ جس کے معنے تفاسیر میں یہ لکھے ہیں۔ کہ انہوں نے نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنا چھوڑ دیا۔ اور بعض تو بالکل تارک الصلوٰۃ ہو گئے۔ اور بعض نے نماز کو چٹی سمجھ لیا۔ اور نماز کے اصل مقصد کو چھوڑ دیا۔ لیکن جو مصنف نے اس سے نتیجہ نکالا ہے۔ کہ نماز دو رکعتیں فرض تھیں۔ ان کو چار قرار دے لیا ہے۔ صحیح نہیں کیونکہ بے پرواہی اور غفلت اس بات کو نہیں کہتے۔ کہ دو کی بجائے چار رکعتیں فرض کر لی جائیں۔ کیونکہ غفلت اور سستی تو اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ نماز کو کم کر کے پڑھا جائے۔ نہ کہ زیادہ۔ اور آپ کے نزدیک دو اور زیادہ کر لی گئی ہیں۔ ہاں آپ جیسے ساہون میں شامل ہو سکتے ہیں۔ جو نماز کو کم کر رہے ہیں۔ نہ کہ وہ جو زیادہ نمازیں پڑھتے ہیں؛

قولہ۔ اس آیت کے مضمون کو پہلی آیت سے ملا کر جب دیکھو گے۔ تو ضرور سمجھ لو گے کہ پہلی امتوں میں نماز ضرور ضائع ہوئی ہے۔ اور اس امت میں البتہ ہو گی۔ یہ خبر اسی علیم و خبیر و بشیر و نذیر کی دی ہوئی ہے۔ اب جس بگڑی ہوئی نماز کے نماز ہی حضرت خاتم النبیین سلام اللہ علیہ و آلہ المعصومین کے زمانہ تک تھے۔ جن کو حضرت رسول اللہ صلعم نے مامور من اللہ نماز سکھائی تھی۔ وہ نماز حضرت صلعم کے بعد بگڑے گی جس کی مامور من اللہ اصلی صورت دکھانے کے لئے یہ رسالہ آپ کے پیش نظر ہے۔

اقول۔ مصنف صاحب کا اس سے مطلب ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ جو کہ اضاعوا الصلوٰۃ سے انہوں نے کرنا چاہا ہے۔ کہ نماز فرض دو رکعت تھیں۔ جن کو چار بنایا گیا ہے کیونکہ شریعت محمدیہ کی حفاظت کا وعدہ خدا تعالے نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ اور پھر رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ لا تزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاہرین لا یضرہم من خذلہم

کہ یہ نہیں ہوسکتا - کہ تمام اُمت محمدیہ گمراہ ہوجائے - بلکہ ایک حصّہ امت کا ضرور حق پر رہیگا - لیکن مولوی تصدق حسین کے صدقے جانا چاہیئے - جنہوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا - اور کہا کہ اسوقت نماز ضائع ہوگئی ہے - دو رکعتیں فرض تھیں جن کو چار قرار دیا گیا ہے - لیکن مولوی صاحب کو غور و فکر اور عقل و دماغ سے کام لینا چاہیئے تھا - کہ نماز کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے - اور نماز کا پڑھنا شرعی احکام میں داخل ہے لہذا یہ نہیں ہوسکتا - کہ تیرہ صدیاں اسکا اصل مٹا رہے - اور تمام اُمت محمدیہ مورد جہنم ہو - اور آج تصدق حسین خاں اُٹھیں - اور اس کا اصل بتائیں - کہ تمام امت محمدیہ گمراہی پر ثابت قدم ہے - اصل نماز کوئی بھی نہیں پڑھتا - جس کے متعلق قرآن مجید حکم دیتا ہے - بلکہ اصل نماز وہ ہے جسکو میں پیش کرتا ہوں - ہم مولوی تصدق حسین صاحب کو حدیث المسلم مراۃ المسلم پر عامل ہوتے ہوئے نصیحت کرتے ہیں - کہ وہ ایسی بدعات نکالنے سے رُک جائیں - جنکا نہ قرآن میں ذکر ہے - نہ احادیث میں - اور سوچیں کہ نماز جیسی ضروری چیز جو اسلام کا ایک رکن اعظم ہے - جس کے متعلق رسول کریمؐ فرماتے ہیں - من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر (مشرکوٰۃ) کافر اور مسلم کے درمیان مابہ الامتیاز نماز ہی ہے) اس کا اصل تو دنیا سے بالکل مٹ جائے - اور نئی پیدا شدہ نماز ہی قائم رہ جائے - پس موجودہ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے اور نیز احادیث صحیحہ و قرآن مجید سے اس بات کا ثابت نہ ہونا کہ فرض دو رکعتیں ہیں - چار نہیں - بتاتا ہے - کہ آپ کا از خود تراشیدہ عقیدہ ہے - ورنہ ماننا پڑے گا - کہ گذشتہ تیرہ سو سال میں تمام امت محمدیہ ضلالت پر جمع رہی - حالانکہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں - لن یجمع اللہ امۃ محمد علی ضلالۃ کہ امت محمدیہ ضلالت پر جمع نہیں ہوسکتی -

قولہ - بگڑی ہوئی نماز کا ثبوت قرآن مجید سے قال اللہ تعالیٰ - ما کان صلوٰتہم عند البیت الا مکاءً و تصدیۃً - یعنی ان کی نماز سوائے سیٹی بجانے اور تالیاں مارنے کے نہ تھی - اس سیٹی بجانے کو پروردگار عالم الغیب والشہادۃ نے ان کی نماز فرمایا ہے - اور اہل تفاسیر کا اس میں میرے ہمخیال ہیں - دیکھیئے -

تفسیر صافی مکاءً وتصدیۃ یعنی وضعوا المکاء والتصدیۃ موضع الصلوٰۃ۔ یعنی مکاء و تصدیہ نماز کے بدلے کیا کرتے تھے۔ جس سے یقین ہو گیا۔ اس امر کا کہ وہ لوگ اسے نماز سمجھ کر عمل میں لاتے تھے۔

اقول۔ غور کرنے کی بات ہے کہ مصنف توضیح کو کوئی بھی ٹھیک بات نہیں سوجھتی۔ جس طرح بھی ہو۔ آیت قرآنیہ اپنا مقصد ثابت کرنے کے لئے پیش کر دیتے ہیں۔ حالانکہ آیت میں اس بات کا ذکر ہی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آیت ما کان صلوٰتھم سے بگڑی ہوئی نماز کا ثبوت دینا چاہا ہے۔ حالانکہ آیت بگڑی ہوئی نماز کے اثبات کو متضمن نہیں۔ کیونکہ بگڑی ہوئی چیز تو اس کو کہا جاتا ہے۔ کہ وہ شئے تو موجود ہو۔ لیکن اس کی صورت بدل جائے۔ اور کسی اور شکل میں متشکل ہو جائے۔ لیکن آیت مذکورہ میں تو نماز کا بالکل اصل ہی نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ سیٹی و تالی وغیرہ کو نماز سے کچھ تعلق ہی نہیں۔ کیونکہ اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ پہلے مشرکین مکہ کوئی نماز پڑھتے تھے۔ جس کو انہوں نے بدل دیا ہو۔ اس کتاب میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا تو ذکر ہی نہیں۔ بلکہ مشرکین عرب کا ذکر ہے۔ پس جبکہ مشرکین پہلے کوئی نماز ہی نہیں پڑھتے تھے۔ تو پھر بدلنے کے کیا معنے۔ بلکہ آیت سے یہ مراد ہے کہ وہ نماز کی بجائے سیٹیاں و تالیاں بجایا کرتے تھے۔

پھر دوسرا مغالطہ جو مصنف نے اپنی عبارت میں اختیار کیا ہے۔ یہ ہے۔ کہ اہل تفاسیر بھی اس میں میرے ہم خیال ہیں۔ حالانکہ جس تفسیر کا حوالہ دیتے ہیں۔ اس میں یہ لکھا ہے۔ کہ وضعوا المکاء والتصدیۃ موضع الصلوٰۃ یعنی نماز کے بدلے وہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ نے ثابت تو یہ کرنا ہے کہ نماز کی ہیئت بدل گئی۔ نہ یہ کہ بالکل اس کا اصل ہی مٹ گیا ہو۔ جیسے کہ آپ کا دعوےٰ ہے۔ کہ امت محمدیہ نے اصل نماز کو بدل دیا ہے۔ اور دو فرضوں کو چار بنا لیا ہے، نہ یہ کہ بالکل ہی انہوں نے نماز کو چھوڑ دیا ہے۔ پھر آگے اسی تفسیر صافی میں ما کان صلوٰتھم کے ماتحت لکھا ہے۔ قیل کانوا یطوفون بالبیت عراۃ یشبکون بین اصابعھم

یصغرون فیہا ویصفقون وکانوا یفعلون ذٰلک اذا قرأ رسول اللہ فی صلوٰۃ یخلطون علیہ وفی المجمع روی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی فی المسجد الحرام قام رجلان من بنی عبد الدار عن یمینہ فیصفران ورجلان عن یسارہ فیصفقان بایدیہما فیخلطان علیہ صلوٰۃ فقتلہم اللہ جمیعا ببدر۔ کہ لوگ بیت اللہ کا ننگے ہو کر اپنی انگلیوں میں تشبیک کر کے طواف کیا کرتے تھے۔ اور اس میں سیٹیاں بجاتے تھے۔ اور وہ ایسا کرتے تھے جب آپ اپنی نماز میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔ تو وہ آپ پر نماز کو مخلوط کرتے تھے۔ اور مجمع البیان میں لکھا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ جب حضور مسجد الحرام میں نماز پڑھتے تھے۔ تو دو دو آدمی بنی عبد الدار سے آپ کے دائیں بائیں کھڑے ہو کر سیٹیاں اور تالیاں بجا کر نماز کو آپ پر مخلوط کیا کرتے تھے۔ تو ان تمام کو جنگ بدر میں خدا تعالےٰ نے قتل کر دیا۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ان معنوں کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے۔

قال ابن عباس کانت قریش یطوفون بالبیت عراۃ یصفرون ویصفقون وصلوٰتہم معناہ دعائہم ای یقیمون المکاء والتصدیۃ مکان الدعاء والتسبیح کہ صلوٰتہم میں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے۔ کہ انہوں نے مکاء اور تصدیہ کو دعا اور تسبیح کی جگہ قرار دے لیا ہے۔ اسی طرح باقی تفاسیر میں لکھا ہے۔ پس اس آیت سے مصنف کا مقصد کسی طرح بھی نہیں نکل سکتا۔ فتدبروا یا اولی الالباب

پھر دوسری آیت بگڑی ہوئی نماز کے اثبات میں یوں رقم کرتے ہیں۔

قولہ۔ حضرت کے بعد جو نماز بگڑنے والی تھی۔ اس کی خبر عالم الغیب نے اس آیت میں دی ہے۔ فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساہون الذین ہم یراؤن ط یعنی سخت مغلوب ہونگے وہ نمازی جو اپنی نماز کو ضائع کرتے ہیں۔ وہ لوگ صرف دکھانے کے لئے نمازی بنتے ہیں۔ دیکھئے تفسیر صافی۔ الذین ہم عن صلاتہم ساہون غافلین غیر مبالین بہا یعنی ساہون غافل اور بے پرواہ ہیں

پھر اسی تفسیر میں لکھا ہے۔ القمی عن صادق علیہ السلام ھو تاخیر الصلاۃ عن اول وقتھا بغیر عذر و فی المجمع عن امیر المؤمنین ھو الترک لھا والتوانی عنھا و فیہ و فی الکافی عن الکاظم قال ھو التضییع
تفسیر قمی میں صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ ساہون تاخیر ہے نماز کی وقتوں سے بلا عذر۔ اور تفسیر مجمع البیان میں حضرت امیر علیہ السلام سے ساہون کو ترک اور بے پرواہی لکھا ہے۔ اور مجمع البیان اور کافی میں حضرت کاظم علیہ السلام نے اس کے معنے ضائع کرنا لکھا ہے۔

اقول۔ مذکورہ بالا آیت کو مصنف صاحب نے اس بات کے اثبات میں کہ نماز اصل بگڑنے والی تھی پیش کیا ہے۔ اور نماز کے بگڑنے کا طریق ان کے نزدیک یہ ہے۔ کہ دو رکعت کو چار رکعت بنا دینا۔

اول تو یہ آیت پیشگوئی نہیں ہے۔ بلکہ ایک واقعہ پیش آمدہ کی خبر ہے۔ جیسے صحابہؓ کے وقت کیلئے تھی۔ ویسا ہی قیامت تک کے لئے ہے۔ کہ نمازوں میں سستی اور غفلت نہیں کرنی چاہئے۔ اور جو سستی اور غفلت اور نماز کو چھوڑے گا۔ تو وہ مورد عذاب ہوگا۔ اس آیت سے مصنف صاحب کا تو مقصد ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ ان کے عقیدہ کی ناک صفائی سے کٹ جاتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ کہ اس آیت میں جس قسم کی نماز کا بگڑنا بتایا گیا ہے۔ وہ امت محمدیہ میں ہونیوالا تھا۔ اور آیت کے معنے تفسیر صافی سے انہوں نے خود نقل کر دئے ہیں۔ کہ ساہون کے معنے نمازوں میں غفلت اور بے پرواہی اور ان کا اول وقتوں پر ادا نہ کرنا اور نمازوں کو چھوڑنا اور ان سے دور رہنا اور نماز کا ضائع کرنا ہے۔ نہ کچھ اور (ضائع کے معنے پہلے آچکے ہیں۔ کہ اول وقت سے تاخیر کر کے پڑھنا) پس مصنف صاحب کا مقصد ثابت نہیں ہوتا کیونکہ لغتاً شرعاً اصطلاحاً کسی طرح بھی ساہون کے معنوں میں دو رکعتوں کا چار رکعت بن جانا داخل نہیں ہے؛

پھر ملاحظہ ہو مجمع البیان جلد ۲۔ فویل للمصلین الذین الخ وھم الذین

یؤخرون الصلوٰۃ عن اوقاتہا عن ابن عباس ومسروق وروی ذالک مرفوعا وقیل یرید المنافقین الذین لایرجون لہا ثوابا ان صلّوا ولایخافون علیہا عقابا ان ترکوا فہم عنہا غفلون حتّی یذہب وقتہا فاذا کانوا مع المؤمنین صلوہا ریٰیا واذا لم یکونوا معہم لم یصلّوا وقیل ساہون عنہا لایبالون صلوا ام لم یصلوا عن قتادۃ وقیل ہم الذین یترکون الصلوٰۃ عن الضحاک پھر اسیطرح عمدۃ البیان میں لکھا ہے۔ عن صلاتہم ساہون نماز اپنی سے غافل اور بے خبر ہیں۔ اور اس کی کچھ توقیر نہیں کرتے ہیں۔ چاہے پڑھے چاہے نہ پڑھے۔ اور اگر پڑھے تو بے عذر بسبب مشغول ہونے دنیاوی کاروبار کے اول وقت میں نہ پڑھے بسبب نہ اعتقاد کرنے اس کے ثواب پڑھنے کے اور عذاب نہ پڑھنے کے۔ اور حضرت صادق علیہ السلام سے کسی نے اس آیت کی تفسیر پوچھی کہ کیا وہ وسوسہ شیطان کا ہے۔ فرمایا۔ کہ نہیں۔ وہ تو سب کو پہنچتا ہے۔ لیکن اس سے یہ مراد ہے۔ کہ نماز سے غفلت کرے۔ اور چھوڑ دے اس کو اول وقت میں پڑھنے سے اور تنگ وقت میں اس کو پڑھے۔ دوسری روایت میں فرمایا ہے۔ کہ وہ تاخیر نماز کی ہے۔ بتلاؤ۔ پیشگوئی تو آپ کے نزدیک یہ تھی۔ کہ دو کی تین اور چار رکعت ہو جائیگی۔ حالانکہ اس بات کو نہ آیت کے الفاظ متحمل ہیں۔ اور نہ ہی تفاسیر کے بیان۔ کیونکہ نہ تو آیت کے الفاظ میں کوئی لفظ ہے۔ جو دلالت کرے کہ اس آیت سے مراد دو کی تین چار رکعت ہو جانا ہے۔ اور نہ ہی کسی تفسیر میں اس آیت کے ماتحت آپ کے مقصد کے مطابق معنے لکھے ہیں۔

مصنّف کی نرالی سادگی

مصنف توضیح بھی عجب بھولے ہیں کہ بچوں جیسی باتیں کرتے ہیں۔ اور ساہون سے اپنے مقصد کو نکالنا چاہتے ہیں جس سے کسی طرح بھی ان کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ کیا ساہون وہی ہوتے ہیں۔ جو دو فرضوں کو چار بنالیں۔ یا چار کو دو بنالیں۔ کیونکہ غفلت اور سستی اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ ایک بڑی عبادت کو کم کرکے پڑھا جائے۔ نہ یہ کہ چھوٹی عبادت کو

بری بنادیا جائے۔ پس جبکہ امت محمدیہ ساھون میں شامل ہو گئی۔ اور ساھون کے معنی نماز کو چھوڑنا اور اپنے وقتوں پر ادا نہ کرنا اور اس کے ادا کرنے میں غفلت اور سستی کرنا ہوا۔ تو کیا ساھون وہ ہوئے جو دو کی بجائے چار پڑھیں۔ یا آپ جیسے ؟ جو چار کی بجائے دو خلاف قرآن مجید و حدیث پڑھنا چاہیں۔ یاد رکھئے۔ غفلت و سستی ہمیشہ کمی کو چاہتی ہے۔ نہ زیادتی کو۔ ذرا ہوش کی لیں اور اپنے گریبان میں تھوڑی دیر مونہہ ڈال کر غور و فکر کریں۔ تو آپ اس بدعقیدہ سے اگر حق پسند ہوں۔ ضرور بضرور توبہ کرلیں۔ جبکہ تمام امت محمدیہ آپ کے نزدیک سوائے آپ کے ساھون میں شامل ہوئی۔ تو وہ تمام مورد ہلاکت ہوئی۔ اور کوئی بھی جنتی نہ ہوا۔ اور اُمت محمدیہ ہی دوزخ کو بھرنے والی ہوئی۔ حالانکہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ کہ تم جنت کے نصف ہو گے اور تمام امم سابقہ پر تم کو فضیلت ہو گی۔ اور کنتم خیر امۃ" اور وجعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس قرآن مجید میں امت محمدیہ کے لئے وارد ہوا ہے۔ اور آپ اس کو شر الامم اور جہنم کو بھرنے والی بتا رہے ہیں۔ ذرا خوف خدا کو دل میں لاؤ اور قرآن مجید کے خلاف نہ کرو۔

اس کے بعد مصنف صاحب نے نماز کی اصلی صورت بتانے کے لئے خامہ فرسائی کی ہے۔ اور اپنے من گھڑت عقیدہ کو قرآن مجید سے ثابت کرنا چاہا ہے۔ جیسے کہ بدعتیوں کا قاعدہ ہے۔

قولہ ۔ بسم اللہ تعالیٰ و بہ نقتی قال اللہ العلی العظیم وھو اصدق القائلین و احکم الحٰکمین ۔ اذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتأت طائفۃ اخریٰ لم یصلوا فلیصلوا معک پ ۵ رکوع ۱۱ سورۃ النساء

یعنی اے مومنو جب کبھی تم سفر کرو۔ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم نماز کو قصر پڑھو

بشرطیکہ تمہیں خوف ہو۔ اور اے ہمارے رسول جب کبھی تو ایسی حالت میں مومنوں کے ساتھ ہو۔ اور تو انہیں نماز پڑھائے۔ تو چاہیئے کہ ایک حصہ مومنوں میں سے تیرے ساتھ معہ اسلاح نماز ادا کرے۔ پس جب سجدہ کر چکیں تو پیچھے ہٹ جائیں۔ اور دوسرا حصہ جنہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ آکر تیرے ساتھ نماز پڑھیں۔ اس آیت شریف پر ذرا غور کرنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مومنوں کے دو فرقوں نے ایک ایک رکعت نماز پڑھی۔ چونکہ پہلے حصہ نے قیام سے شروع کر کے سجدہ پر نماز تمام کی۔ اور انہیں حقتعالے نے نمازی فرمایا۔ پھر دوسرا گروہ جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ ان کے بعد وہ آکر ایک رکعت پڑھ گئے۔ پس یہ ایک ہی رکعت پڑھنے پر مامور من اللہ تھے۔ یہ نماز قصر کا حال ہے جب ایک رکعت قصر کی ہوئی۔ تو تمام نماز کی دو رکعت بالیقین ہونی چاہئیں۔"

اقول۔ یہی ایک آیت ہے۔ جس سے مصنف توضیح نے اپنا مقصد ثابت کرنے کے لئے کچھ کا کچھ مطلب نکال لیا ہے۔ اور اپنے دعوے کی بنا اسی آیت کو قرار دیا ہے۔ کہ یہ ایک نص محکم ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہر نماز دو رکعت ہی ہے۔ پس قبل اس کے کہ میں ان احادیث کو لکھوں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نماز دو ہی رکعت فرض نہیں۔ اور اس آیت کا مطلب لکھوں۔ ناظرین کو اس استدلال کا سقم دکھلانا چاہتا ہوں۔ جو مصنف نے کیا ہے۔

سوال اور پہلا نقص | دراصل یہ آیت اگر اپنے اندر نماز خوف کو ہی رکھتی ہے۔ اور اس آیت کا یہی مطلب ہے۔ کہ سفر میں قصر جائز نہیں ہے بلکہ قصر بشرط خوف ہے۔ تو میں مصنف صاحب سے پوچھتا ہوں۔ کہ شریعت اسلامی جبکہ ایک کامل شریعت ہے جیسے کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم سے ظاہر ہے اور اس کے بعد کوئی اور شریعت نہیں ہے۔ تو بتائیں۔ اگر غنیم کسی مقیمین شہر پر چڑھائی کر کے آجائے۔ تو اس وقت کی نماز کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ آیا وہ نماز کو قصر کریں یا نہ کریں۔ اگر کہو۔ کہ وہ نماز کو قصر کریں۔ تو اذا ضربتم فی الارض

کے لحاظ سے ضرب فی الارض کی قید نہیں پائی جاتی اگر کہو کہ وہ پوری نماز پڑھیں۔ تو ان یفتنکم الذین کفروا کی قید پائی جاتی ہے۔ پس بتلاؤ کس قید کے خلاف کرو گے اور کس بات پر عمل کرو گے۔ قرآن مجید میں سے کوئی اس کے متعلق فتویٰ نکال کر دکھائیں۔

ہم پہلے بتا آئے ہیں۔ کہ شریعت کی حفاظت کا وعدہ خدا تعالےٰ نے کیا ہوا ہے وہ بدل نہیں سکتی۔ اور نہ ہی نماز کی رکعات جو فرض ہیں۔ کوئی بدل سکتا ہے۔ اس آیت سے یہ نہیں نکل سکتا۔ کہ فرض دو رکعتیں ہی ہیں۔ بلکہ اس آیت میں خوف کی نماز با جماعت کا طریق بتایا گیا ہے۔ کہ خوف کی نماز کیسے پڑھنی چاہیئے۔ اور اس آیت سے یہ نہیں نکلتا۔ کہ کل نماز دو رکعت فرض ہیں۔ اسواسطے کہ آیت میں ایک رکعت پڑھنے کا حکم ہے۔ کہ جب ایک فریق ایک رکعت پڑھ لے تو دوسرا فریق پڑھے۔ چونکہ اس آیت میں جماعت کا ذکر ہے۔ اور ایک رکعت کے پانے سے جماعت کا ثواب ملجاتا ہے۔ جیسے کہ حدیث من ادرك ركعة من الصلوٰة فقد ادرك الجماعة سے ظاہر ہے۔ پس ایک ایک رکعۃ دونو طائفوں کا امام کے ساتھ پڑھنا اسلیے ہے۔ کہ وہ ایک ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھکر جماعت کا ثواب لے لیں۔ پھر اس آیت میں یہ نہیں بتایا گیا۔ کہ وہ ایک رکعت کے بعد کچھ پڑھیں۔ یا نہ پڑھیں۔

دوسرا نقص دوسرا نقص مولوی صاحب کے عقیدہ کو صحیح ماننے سے یہ لازم آئیگا کہ اگر حضر میں فرض نماز دو رکعت ہی تھیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو رکعت خوف کے وقت کیوں فرض کی گئیں۔ اگر خوف میں دونو گروہوں کا امام کے ساتھ ایک ایک رکعت پڑھنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ پوری نماز دو رکعتیں ہیں۔ تو رسول کریمؐ پر اسی اصول کی رو سے چار رکعات ہر نماز کی حضر میں فرض ہونگی۔ یہ کیا وجہ ہے۔ کہ رسول کریمؐ پر تو چار رکعات ہر نماز کی فرض ہوں۔ اور امت پر دو رکعت۔ حالانکہ امت کے لئے حکم ہوتا ہے۔ کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اور ان لکم فی رسول اللہ حسنۃ۔ کہ آنحضرت صلعم کا ہر مومن کو نمونہ

اختیار کرنا چاہیئے۔ اور پھر وما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھو پر بنی کریم کا اور کچھ کرنا اور اُمت کا کچھ اور کرنا اس آیت اور حدیث صلوا کما رأیتمونی کے کیا خلاف نہیں ہے؟

تیسرا نقص پھر اس سے یہ بھی لازم آئیگا۔ کہ رسول کریمؐ کے لئے کوئی علیحدہ نماز کا حکم ہو۔ حالانکہ قرآن مجید میں جو نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں تمام مومن بمعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں۔ جیسے کہ اقیموا الصلوٰۃ اور اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وغیرہ آیات میں ہے۔ جس میں مومن اور نبی کریمؐ بھی شامل ہیں۔

چوتھا نقص پھر یہ نقص بھی لازم آئیگا۔ کہ رسول کریمؐ جب حضر میں جماعت کرائینگے۔ تو اسوقت مقتدی یا تو دو رکعت کے بعد سلام پھیر لیتے ہونگے۔ یا چار پڑھتے ہونگے۔ اور نیز وہ مقتدی جو آخری دو رکعتوں میں شامل ہوتا ہوگا۔ وہ بھی ساتھ ہی سلام پھیرتا ہوگا۔ اور نیز جو شروع سے جماعت میں داخل ہوا ہوگا۔ وہ دو رکعت پڑھ کر سلام بھی پھیر سکتا ہے۔ تو وہاں جماعت کیا ہوتی ہوگی۔ ایک تماشا گاہ بنی ہوئی ہوتی ہوگی کچھ تو دو رکعتوں کے بعد بیچ سے نماز چھوڑ کر باہر نکل رہے ہونگے۔ اور کچھ اور بھرتی ہوکر نماز با جماعت کو ادا کرنے کے لئے شامل ہو رہے ہونگے۔ کوئی آتا ہوگا۔ کوئی جاتا ہوگا۔ خاصہ ریل کا نظارہ ہوگا۔ کہ کچھ اتر رہے ہیں۔ اور کچھ چڑھ رہے ہیں۔

پانچواں نقص پھر یہ بھی ایک نقص لازم آئیگا۔ کہ وہ مقتدی جو دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہونگے۔ ان کی نماز با جماعت نہیں ہوسکیگی۔ کیونکہ امام کی نیت تو چار کی ہوگی۔ اور مقتدیوں کی دو کی۔ تو امام اور مقتدیوں کی نیت میں اختلاف لازم آئیگا۔ اور رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ انما جعل الامام لیوتم بہٖ۔ کہ امام کی اقتدا کرنی چاہیئے۔ تو جب نیتوں میں اختلاف ہوا۔ تو انما الاعمال بالنیات کے لحاظ سے شرعی اعمال کی جزا و سزا نیت پر منحصر ہے۔ یا مقتدی بھی چار رکعت کی نیت کرتے ہونگے تو ان میں سے بھی دو تو فرض کی اور دو نفل کی اس سے بھی نیتوں کا اختلاف لازم آیا۔

امام کی دو فرضوں کی نیت اور مقتدیوں کی نفلوں کی نیت ہوئی۔ اور نیز دوسرا محال یہ بھی لازم آئیگا۔ کہ ایک وقت میں فرض اور نفل کی نیت ماننی پڑیگی۔ جو ایک نیت میں جمع نہیں ہوسکتے۔ جیساکہ خود مصنف نے اپنی کتاب توضیح الایات کے صفحہ ۴۰ میں تسلیم کیا۔ "کہ فرض اور سنت ایک نیت میں جمع نہیں ہوسکتے ہیں" پھر یہی نہیں۔ کہ یہ بات نبی کریم کے وقت تک محدود رہیگی۔ بلکہ آپ کے بعد جو بھی امام ہوگا۔ اس کو صلوٰۃ خوف میں دو رکعت پڑہانی ہونگی۔ اور اس کے لحاظ سے حضر میں اس پر چار فرض ہونگے۔ اور پھر ہر زمانہ میں وہی نقائص لازم آئینگے۔ جو پہلے لکھے جاچکے ہیں۔

پس امام کے لئے چار رکعت کا فرض ماننا اور مقتدیوں کے لئے دو۔ تو اس طرح باجماعت نماز ہو ہی نہیں سکتی۔ اور نیز پھر اماموں کے لئے کوئی علیحدہ شریعت چاہئے جس میں ان کے احکام بیان ہوں۔ لیکن اماموں کے لئے نماز کے متعلق کوئی علیحدہ حکم پایا نہیں جاتا۔ پس آیت متنازعہ فیہا سے نماز کا دو رکعتیں نکالنا بنیاد فاسد بر فاسد ہے۔

اصل مطلب

اب ہم آیت کا اصل مطلب بتاتے ہیں۔ کہ اس آیت سے کیا نکلتا ہے پس جاننا چاہئے۔ کہ در اصل یہ دو آیتیں ہیں۔ ایک آیت نہیں۔ اور ان دونوں میں دو احکام بتائے گئے ہیں۔ ایک تو سفر کے متعلق دوسرے خوف کے متعلق۔ اب دونوں آیتوں کو ہم علیحدہ علیحدہ بیان کرکے بتاتے ہیں۔ کہ ان سے صحابہ و تابعین و علماء و ائمہ اہلبیت نے کیا سمجھا ہے۔

پہلی آیت

پہلی آیت تو یہ ہے۔ واذا ضربتم فے الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا ان الکفرین کانوا لکم عدوا مبینا۔ کہ جب تم سفر کرو۔ تو تم پر کوئی حرج نہیں۔ کہ تم نماز کو قصر کرکے پڑہو۔ اگر تمہیں خوف ہو۔ کہ کفار تمہیں فتنہ میں ڈالیں اور تنگ کا فر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ اوّل تو ہم بتلاتے ہیں۔ کہ اس آیت سے صحابہ نے کیا سمجھے خوف کے سوا نماز قصر کرنی چاہئے۔ یا نہیں۔ تو ملاحظہ ہو تفسیر ابی السعود بر حاشیہ تفسیر کبیر

جلد ۲ صہ ۴۴۶ اور ابن ماجہ جلد اوّل عن یعلےٰ ابن امیۃ قال سئلت عمر ابن الخطاب قلت لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا وقد امن الناس فقال عجبت مما عجبت منہ فسئالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذالک فقال صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقتہ؛

یعلی بن امیہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے عمر ابن الخطاب سے پوچھا کہ قرآن مجید میں لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا آیا ہے اور اب تو خوف نہیں ہے۔ بلکہ لوگ امن میں ہو گئے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ جس بات سے تم نے تعجب کیا ہے۔ اسی سے میں نے بھی کیا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے متعلق پوچھا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ ایک صدقہ ہے۔ جو خدا تعالی نے تم پر کیا ہے تو تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ پس اس حدیث سے دانشمند سمجھ سکتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے یہی سمجھا ہے۔ کہ سفر میں نماز قصر کی جائے لیکن یہ آیت مجمل ہے۔ کیونکہ اس میں یہ ذکر نہیں۔ کہ نماز کتنی رکعت ہو۔ اور قصر نصف کو کہتے ہیں۔ یا ثلث کو بھی۔ تو اسکا مفسر اسی کو ہونا چاہئے جس پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے چنانچہ قرآن مجید میں خدا تعالی نے فیصلہ کی راہ بتا دی ہے۔ کہ اگر تم کسی مسئلہ میں اختلاف کرو تو تمہیں چاہئے۔ کہ قرآن مجید و احادیث کو ثالث ٹھہرا کے اس کا فیصلہ کرلیا کرو جیسے کہ خدا تعالی فرماتا ہے۔ فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول الآیۃ۔ پس فیصلہ کے لئے ہمیں حدیث صحیحہ اور آئمہ کے اقوال کو دیکھنا چاہئے۔ کیونکہ قرآن مجید میں جب رکعات وغیرہ کی تعداد نہیں بتائی گئی۔ تو دوسرے درجہ پر سنت ہے۔ اسلئے اسمیں دیکھنا چاہئے۔ کہ سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر کیا ہے یا نہیں۔ اگر کیا ہے تو کیسے اور نیز صحابہؓ و تابعین وغیرہ کا اس کے متعلق کیسا خیال ہے؛

پہلی حدیث حضرت عمرؓ کی حدیث ہے۔ جو پہلے بیان کی گئی ہے؛

دوسری حدیث عن عکرمہ عن ابن عباس قال سافر النبی صلعم سفرا فاقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسعۃ عشر یوما یصلی رکعتین

ركعتين فنحن اذا اقمنا تسعة عشر يوما نصلى ركعتين ركعتين فاذا اقمنا اكثر من ذالك صلينا اربعاً (رواه البخاری) ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ۱۹ دن مقیم رہے۔ اور دو دو رکعت نماز پڑھتے رہے۔ تو ہم بھی ۱۹ دن دو دو رکعت نماز پڑھیں گے۔ جب زیادہ دن مقیم ہیں۔ تو چار رکعت پڑہیں گے۔

تیسری حدیث

عن حفص ابن عاصم قال صحبت ابن عمر فی طريق مكة فصلى لنا الظهر ركعتين ثم جاء رحله وجلس فرأى ناسا قياماً فقال ما يصنع هؤلاء قلت يسبحون قال لو كنت مسبحا اتممت صلاتی صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان لا يزيد فی السفر على ركعتين وابا بكر وعمر وعثمان كذالك متفق عليه۔

حفص بن عاصم کہتے ہیں۔ کہ میں ابن عمرؓ کا مکہ کے رستہ میں ساتھی تھا۔ تو اس نے ہمیں ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر اپنے ڈیرے میں آئے۔ اور اس میں بیٹھ گئے۔ اور لوگوں کو دیکھا۔ کہ کھڑے ہیں۔ تو کہا۔ کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ تو میں نے کہا۔ کہ نفل پڑھ رہے ہیں۔ ابن عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ اگر میں نفل پڑھنے والا ہوتا۔ تو میں نماز کو پہلے پورا پڑھتا (یعنی سفر میں اگر نفل ہوتے تو فرض نماز کو پورا کیوں نہ پڑھنا ہوتا) میں رسول کریمؐ کا سفر میں ساتھی رہا۔ آپ دو رکعتوں سے زیادہ پڑھنے کو نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نے کیا۔ اسکو بخاریؒ اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

چوتھی حدیث

عن عمران ابن حصين قال غزوت مع النبی صلى الله عليه وسلم وشهدت معه الفتح فاقام بمكة ثمانی عشرة ليلة لا يصلى الا ركعتين يقول يا اهل البلد صلوا اربعا فانا سفر۔ رواه ابو داؤد

عمران بن حصین نے کہا۔ کہ میں نے نبی کریمؐ کے ساتھ ملکر لڑائیاں کیں اور فتح مکہ میں بھی آپ کے ساتھ حاضر ہوا۔ تو آپؐ مکہ میں ۱۸ رات رہے۔ آپ دو رکعت ہی نماز پڑھتے رہے۔ اور آپؐ شہر والوں کو کہتے تھے۔ تم چار پڑھو۔ کیونکہ ہم مسافر ہیں۔

پانچویں حدیث

عن محمد بن مسلم قال قلت لابی عبد الله عليه السلام الرجل

یرید السفر متیٰ یقصر قال اذا توارٰی من البیوت قال قلت الرجل یرید السفر فیخرج حین تزول الشمس قال اذا خرجت فصل رکعتین (فروع کافی جلد ۱)

محمد بن مسلم نے کہا۔ کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے کہا۔ کہ جو آدمی سفر کا ارادہ کرے۔ تو وہ کب قصر کرے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ جب اپنے گھروں سے چھپ جائے سے کہا۔ کہ ایک آدمی سفر کا ارادہ کرکے سورج کے زوال کیوقت نکلے۔ تو اس کیلئے نماز کا کیا حکم ہے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کہ جب تو نکلے۔ تو دو رکعت نماز پڑھ لے۔

چھٹی حدیث عن بشیر قال خرجت مع ابی عبد اللہ علیہ السلام حتی اتینا الشجرۃ فقال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام یا نبال قلت لبیک قال انہ لم یجب علی احد من اھل ھذا العسکر ان یصلی اربعۃ غیری وغیرک سو ذالک انہ دخل وقت الصلوٰۃ قبل ان نخرج (الفروع من الجامع الکافی جلد ۱)

بشیر ابن نبال نے کہا۔ کہ میں ابو عبد اللہ علیہ السلام کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ ہم شجرہ کے مقام پر پہنچے۔ تو ابو عبد اللہ علیہ السلام نے مجھے بلایا۔ کہ اے نبال میں نے کہا۔ جناب حاضر ہوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان تمام لشکریوں میں سے کسی پر بھی چار رکعت نماز واجب نہیں سوائے میرے اور تیرے اور اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم نکلے اسوقت تھے۔ کہ جب نماز کا وقت ہو گیا تھا۔

ساتویں حدیث عن محمد بن مسلم قال سئلت ابا عبد اللہ علیہ السلام من رجل یدخل من سفرہ وقد دخل وقت الصلوٰۃ قال یصلی رکعتین فاذا خرج الی السفر وقد دخل وقت الصلوٰۃ فلیصل اربعاً (الفروع من الجامع الکافی)

محمد بن مسلم سے روایت ہے۔ کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے ایک ایسے آدمی کے متعلق سوال کیا۔ کہ جو اپنے سفر سے واپس آتا ہو۔ اور اسپر نماز کا وقت سفر میں ہی ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ فرمایا۔ دو رکعتیں پڑھے۔ پس جب سفر کو نکلے۔ اور قیام کی حالت میں داخل ہو جائے۔ تو چار رکعت پڑھے۔ پس ان مذکورہ بالا احادیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

پہلا سفر میں نماز کو قصر کرنا جائز ہے۔ اور رسول کریمؐ اور صحابہؓ اور باقی ائمہ اہلبیت کا بھی یہی مذہب ہے؛

دوسرا۔ قصر چار رکعتی نماز دو رکعت کر کے پڑھنے کا نام ہے؛

اب احادیث کے بعد ہم تفاسیر کی اوراق گردانی کرتے ہیں۔ کہ وہ اس آیت کے متعلق کیا لکھتے ہیں۔ آیا مطلق سفر بلا شرط خوف میں نماز قصر کرنی جائز ہے یا نہیں۔ اور کس کس نماز میں قصر جائز ہے اور کس کس میں نہیں۔

تفسیر صافی | تفسیر صافی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

وفی الفقیہ والعیاشی عن زرارۃ ومحمد بن مسلم قالا قلنا لابی جعفر ما تقول فی الصلوٰۃ فی السفر کیف ھی وکم ھی فقال ان اللہ عزوجل یقول فاذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ فصار التقصیر فی السفر واجبا کوجوب التمام فی الحضر قالوا قلنا انما قال اللہ تعالیٰ فلیس علیکم جناح ولم یقل افعلوا کیف اوجب ذالک کما اوجب التمام فی الحضر فقال اولیس قد قال اللہ عزوجل ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما الا ترٰی ان الطواف بھما واجب مفروض لان اللہ عزوجل ذکرہ فی کتابہ وصنعہ نبیہ وکذالک التقصیر فی السفر شئ صنعہ النبی وذکرہ اللہ فی کتابہ قالا قلنا لہ فمن صلّٰی فی السفر اربعا ایعید ام لا قال ان کان قد قرئت علیہ اٰیۃ التقصیر وفسرت لہ وصلی اربعا اعاد وان لم یکن قرئت علیہ ولم یعلمھا فلا اعادۃ علیہ والصلوٰت کلھا فی السفر الفریضۃ رکعتان کل صلاۃ الا المغرب فانھا ثلاث لیس فیھا تقصیر وترکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر والحضر ثلٰث رکعات۔

ترجمہ۔ من لا یحضرہ الفقیہ اور تفسیر عیاشی میں زرارہ اور محمدؐ بن مسلم سے روایت ہے۔ ان دونو صاحبوں نے کہا۔ کہ ہم نے امام ابو جعفر سے عرض کیا کہ

آپ سفر میں نماز کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں۔ سفر میں نماز کیونکہ اور کتنی ہے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ کہ جب تم سفر کرو۔ تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز کو قصر کرو۔ تو قصر کرنا سفر میں واجب ہو گیا۔ جیسے کہ پوری نماز پڑھنی حضر میں واجب ہے۔ زرارہ و محمد بن مسلم کہتے ہیں۔ ہم نے کہا۔ کہ خداتعالےٰ نے تو یہی کہا ہے کہ تم پر کوئی گناہ نہیں۔ وجوب کہاں سے نکلا۔ کیونکہ افعلوا تو نہیں کہا۔ جو کہ وجوب پر دلالت کرے تو امام صاحب نے جواب دیا۔ کہ کیا خداتعالےٰ نے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما نہیں کہا۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔ کہ صفا اور مروہ کا طواف حج اور عمرہ میں واجب و مفروض ہے۔ اور اسوجہ سے بھی کہ قرآن مجید میں اسکا ذکر آیا ہے۔ اور نبی کریمؐ نے اس پر عمل فرمایا۔ اور اسی طرح تقصیر سفر میں ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جسکو نبی صلعم نے کیا ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ تو پھر زرارہ اور محمد بن مسلم کہتے ہیں۔ کہ ہمنے کہا کہ کیا وہ شخص جو سفر میں چار رکعتیں پڑھے وہ لوٹائے یا نہ۔ تو امام صاحب نے جواب دیا۔ کہ اگر اس پر آیتہ تقصیر پڑھی گئی ہے۔ اور اسکی تفسیر سنائی گئی ہے۔ اور پھر اس نے چار رکعت نماز پڑھی۔ تو وہ لوٹائے۔ اور اگر اس پر آیت پڑھی نہیں گئی۔ اور وہ اس کو نہیں جانتا تو اس پر اعادہ نہیں ہے۔ اور تمام کی تمام نمازوں کے سفر میں فرض دو دو رکعتیں ہیں۔ سوائے مغرب کے کہ وہ تین رکعت ہیں۔ اسمیں تقصیر نہیں۔ اور رسول کریمؐ نے سفر اور حضر دونوں میں تین ہی رکعت پر چھوڑا۔

خلاصۃ المنہج

واذا ضربتم فی الارض۔ وچوں سفر کنید در زمین۔ فلیس علیکم جناح پس نیست در شما گناہے۔ ان تقصروا من الصلوٰۃ۔ در آنکہ کوتاہ سازید از نماز یعنی چہار رکعتے را دو رکعت گذارید۔ ان خفتم ان یفتنکم الذین اگر ترسید آنکہ در فتنہ اندازند و بکشند۔ یا مشرک سازند شمارا آنانکہ کافر شدند این شرط باعتبار غالب است چہ در انوقت در حوالی مدینہ مسلمانرا دشمنان بودہ اند و حالا بے ترس نیز تقصیر

باید کرد۔ در سفر باجماع و روایات متواترہ و ترک جناح در امر واجب و سنت و مباح مستعمل است و اینجا مراد بامر واجبیست چہ قصر صلوٰۃ در سفر و خوف در سفر باجماع ؎

مجمع البیان واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ اس آیت کے ماتحت جو لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ لکھتا ہوں۔ کہ جب تم سفر کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں۔ کہ تم نماز سے قصر کرو۔ قصر میں بہت سے اقوال ہیں ؎

قول اوّل ایک قول تو یہ ہے۔ کہ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ عدد صلوٰۃ سے قصر کرو رباعیات کو دو دو رکعت کر کے پڑھو۔ یہ مجاہد اور مفسرین کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔ اور یہی قول اکثر فقہاء کا ہے۔ اور یہی مذہب اہل بیت کا ہے ؎

قول ثانی دوسرا قول یہ ہے صلوٰۃ خائف کی مسافر کی نماز کو قصر کرنا ہے۔ اور وہ دو قصر ہیں۔ ایک قصر امن کا چار سے دو رکعتوں کی طرف اور دوسرا قصر خوف کا دو رکعتوں سے ایک رکعت کر کے پڑھنا جابر اور مجاہد سے مروی ہے اور ہمارے اصحاب نے بھی روایت کیا ہے۔ کہ اسکے حدود صلوٰۃ سے قصر کرنا ہے۔ انہوں نے ابن عباسؓ سے اور طاؤس سے روایت کی ہے۔ اور وہ وہی ہے۔ جسکو ہمارے اصحاب نے شدت خوف کی نماز میں بیان کیا ہے۔ کہ وہ نماز اشارہ سے پڑھی جائے۔ اور سجدہ رکوع سے ذرا نیچے ہو۔ اگر ایسا بھی نہ ہو سکے۔ تو تسبیح مخصوص ہی ہر ایک رکعت سے کافی ہے

قول ثالث کہ مراد قصر سے جمع بین الصلوٰتین ہے اور صحیح پہلا ہی قول ہے۔

اب مذکورہ بالا احادیث و تفاسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

پہلا۔ امر یہ کہ قصر کا موجب سفر بشرط خوف ہی نہیں۔ بلکہ مطلق سفر بھی ہے۔

دوسرا۔ امر یہ کہ قصر چار رکعتوں کو دو دو کر کے پڑھنا ہے جیسے کہ تفسیر صافی میں لکھا ہے۔ ان تقصروا من الصلوٰۃ بتنصیف الرباعیات اور تفسیر مجمع البیان میں ان معناہ ان تقصروا من عدد الصلوٰۃ فتصلوا الرباعیات رکعتین رکعتین

(۲) کنز العرفان میں ان التقصیر نقص من الصلوٰۃ کما و کیفا والنقص فی الکم فی

الرباعیات بتنصیفها وجعلها اثنتین (۳) تفسیر سیوطی میں ان تقصروا من الصلوٰۃ بان تردوها من اربع الی اثنتین۔

پس ان سب تفاسیر سے ثابت ہے۔ کہ قصر چار رکعتوں کو دو کر کے پڑھنے کا نام ہے

تیسرا امر یہ ہے۔ کہ ظہر اور عصر اور عشاء میں قصر ہے۔ شام اور صبح کی نماز میں قصر نہیں ؟

چوتھا۔ امر یہ ہے۔ کہ سفر میں قصر کرنا ضروری اور واجب ہے۔ جیسا کہ حضر میں پوری نماز پڑھنا واجب ہے ؟

پانچواں۔ امر یہ ہے۔ کہ قصر خوف کے ساتھ مشروط نہیں۔ بلکہ مطلق سفر میں جائز ہے۔ اور رسول کریمؐ نے اس کو ایک صدقہ قرار دیا ہے۔ خوف کے ساتھ مقید نہیں کیا

چھٹا۔ امر یہ ہے کہ مغرب کی نماز کی سفر و حضر میں تین ہی رکعتیں ہونگی ؟

ساتواں۔ امر یہ ہے۔ کہ حضر میں ظہر۔ عصر۔ عشاء میں فرض چار چار رکعت ہیں جیسا کہ زرارہ اور محمد بن مسلم نے امام محمد باقرؑ سے سوال کیا۔ کہ اگر کوئی شخص سفر میں چار پڑھ لے۔ تو اسکا کیا حکم ہے۔ تو ان کے سوال سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکو اس بات کا یقین تھا۔ کہ حضر میں چار رکعات ہیں۔

آٹھواں۔ امر یہ ہے۔ کہ اگر کوئی سفر میں چار رکعات پڑھ لے۔ تو اگر تو وہ نماز قصر سے خوب اچھی طرح واقف ہے اور اس کی تفسیر اس نے سنی ہوئی ہے۔ تو وہ نماز کا اعادہ کرے۔ ورنہ نہیں۔

نواں امر یہ ہے۔ کہ نماز پوری دو رکعت نہیں ہے۔ بلکہ حضر میں چار رکعات ظہر اور عصر اور عشاء میں اور شام میں تین اور صبح میں دو۔ جیسا کہ آگے بھی اسکا ذکر آئے گا ؟

اعتراض پس اگر کوئی کہے۔ کہ اگر قصر صلوٰۃ کو مشروط بخوف نہ جانئے۔ تو پھر اس کے تم کیا معنے کرتے ہو۔ اور کیا ان معنوں کی قرآن مجید سے بھی کوئی تائید نکلتی ہے یا نہیں ؟

جواب تو اس کا جواب ہم آپ کو جو مجمع البیان میں لکھا ہے۔ لکھ دیتے ہیں۔
وفی قراءۃ ابی بن کعب فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان یفتنکم الذین کفروا من غیران یقرأ ان خفتم وقیل ان معنی ھذہ القرأۃ ان لا یفتنکم او کراھۃ ان یفتنکم کما فی قولہ یبین اللّٰہ لکم ان تضلوا وظاہر الاٰیۃ یقتضی ان القصر لا یجوز الا عند الخوف لکنا قد علمنا جواز القصر عند الامن ببیان النبی۔

ترجمہ۔ ابی بن کعب کی قرأت میں ان خفتم کا لفظ نہیں آیا۔ اور اس قرأت کے لحاظ سے معنے اسطرح بیان کئے گئے ہیں۔ کہ تمپر کوئی گناہ نہیں۔ کہ تم قصر کرو نماز کو کہ تم کو فتنہ میں نہ ڈالے۔ یا اس کراہت کیوجہ سے کہ وہ تم کو فتنے میں ڈالیں۔ کافر اور ان معنوں کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ یبین اللّٰہ لکم ان تضلوا۔ کیونکہ اس کے معنے ہیں۔ یبین اللّٰہ لکم ان لا تضلوا کہ خدا تعالےٰ کھول کھول کر اسواسطے بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اسیطرح قرآن مجید میں آیا ہے۔ تاللّٰہ تفتؤ تذکر یوسف تو اس کے معنے ہیں۔ تاللّٰہ لا تفتؤ تذکر یوسف کہ تو ہمیشہ یوسف کو ہی یاد کرتا رہیگا۔ اسی طرح قرآن مجید میں آیا ہے۔ ان تقولوا انا کنا عن ھذا غفلین۔ تو اس کے معنے ہیں۔ ان لا تقولوا تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو۔ کہ ہم اس سے غافل تھے۔

جواب دوم دوسرا جواب انہوں نے یہ دیا ہے۔ کہ اگرچہ ظاہر آیت اس بات کی مقتضی ہے کہ قصر خوف کے سوا جائز نہیں لیکن ہم نے نبی کریمؐ کے بیان سے معلوم کیا ہے۔ کہ امن کی حالت میں بھی قصر جائز ہے۔

پس جبکہ ثابت ہوگیا۔ کہ قصر بغیر خوف کے جائز ہے۔ اور ابی بن کعب کی قرأت کے لحاظ سے آیت کے یہ معنے ہوئے کہ تمکو اسوجہ سے قصر کا حکم دیا گیا ہے۔ کہ تمہیں کفار ضرر نہ پہونچائیں۔ اور اس سے شرطیت خوف کی ثابت نہیں۔ خود سفر بھی اپنے اندر ضرر کو رکھتا ہے۔ جیسے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ السفر قطعۃ

من العذاب - کہ سفر بھی عذاب کا ایک ٹکڑہ ہے - تو سفر میں قصر بغیر خوف کے بھی کر سکتا ہے - پس ایسا شخص جو رسول کریمؐ اور آئمہ کے ایسے اقوال کو جو قرآن مجید اور صحیح احادیث کے موافق ہیں نہیں مانتا - تو وہ بدعتی ہے - اور اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں - کیونکہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے - من احدث فی امرنا ھذا لیس منہ فھو رد دوسری حدیث میں ہے - فلیس منا کہ اس کا ہم سے تعلق نہیں ہے - جو بدعتی ہے -

دوسری آیت میں قصر نماز خوف کا ذکر ہے - اور وہ آیت یہ ہے -

فاذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفۃ اخریٰ لم یصلوا فلیصلوا معک ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم ودّ الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ الخ

ترجمہ پس جب تو اپنے اصحاب مجاہدین میں ہو - اور تو انہیں باجماعت نماز پڑھانا چاہے - تو چاہیئے ایک گروہ ان سے تیرے ساتھ کھڑا ہو - اور اپنے اسلحہ اور اوزاروں کو اپنے پاس رکھے - پس جب وہ سجدہ کر چکیں - تو وہ دشمنوں کے مقابلہ میں چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے نماز نہیں پڑھی تو وہ تیرے ساتھ آکر نماز پڑھے - اور وہ بھی اپنا بچاؤ کریں اور اپنے اسلحہ کو لے لیں - کیونکہ کفار یہ چاہتے ہیں - کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اسباب سے غفلت اور تساہل کرو - تو تم پر وہ یکدفعہ حملہ کر دیں -

اب ترجمہ کرنے کے بعد ہم بتاتے ہیں - کہ مفسرین نے اس آیت کے متعلق کیا لکھا ہے - اور احادیث میں بھی صلوٰۃ خوف کے متعلق کچھ لکھا ہے یا نہیں -

تفسیر مجمع البیان میں صلوٰۃ خوف کے متعلق چار مذاہب لکھے ہیں -

طائفہ اولیٰ میں اختلاف ہے - کہ طائفہ اولیٰ جب اپنے سروں کو سجدے سے اٹھائیں اور ایک رکعت سے فارغ ہوں - تو پھر وہ کیا کریں -

پہلا مذہب	ہمارا مذہب تو یہ ہے - کہ وہ دوسری رکعت پڑھیں - اور تشہد پڑھ کے سلام پھیریں - اور امام دوسری رکعت میں کھڑا رہے اور وہ اپنے

ساتھیوں کی جگہ جا کھڑے ہوں۔ اور دوسرے آئیں۔ اور نماز شروع کریں۔ اور کہا گیا ہے ان کو امام دوسری رکعت نماز پڑھائے۔ اور تشہد کو لمبا کرے۔ یہاں تک کہ وہ کھڑے ہوں۔ اور اپنی بقیہ نماز ادا کریں۔ پھر امام کے ساتھ وہ بھی تشہد میں بیٹھ کر سلام پھیر دیں۔ پس طائفہ اولیٰ کے لئے تکبیر افتتاح کی ہوگی۔ اور دوسرے کے لئے تسلیم اور یہی مذہب امام شافعیؒ کا ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے۔ کہ طائفہ اولیٰ ایک رکعت کے بعد سلام پھیر کے دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں۔ اور دوسرا طائفہ آئے۔ پھر وہ بھی امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے۔ یہ مذہب مجاہد اور جابر اور جن لوگوں کا خیال ہے کہ صلاۃ خوف ایک رکعت ہے، ہے۔

تیسرا مذہب کہ امام یہ ایک طائفہ کو دو رکعت نماز پڑھائے۔ اور پھر دوسرے کو بھی دو رکعت پڑھائے۔ یہ حسن سے روایت ہے۔

چوتھا۔ مذہب یہ ہے۔ کہ پہلا گروہ ایک رکعت نماز امام کے ساتھ پڑھ کے دشمن کے مقابل چلا جائے۔ اور دوسرا گروہ بھی آکر ایک رکعت امام کے پیچھے نماز پڑھ کر چلا جائے پھر پہلا فریق آئے۔ اور بقیہ ایک رکعت ادا کرے۔ پھر دوسرا گروہ آکر ایک رکعت ادا کرے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے۔

پس بہرحال ان تمام مذاہب میں سے تین مذہب تو اس بات پر متفق ہیں۔ کہ خوف کی نماز بھی دو رکعت ہیں۔ صرف ایک مذہب ہے۔ جو خوف کی نماز ایک رکعت بتاتا ہے۔ لیکن محدثین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ صلوٰۃ خوف دو رکعت ہیں۔ اور جماعت کے ساتھ ایک رکعت ہے۔ چونکہ آیت میں جماعت کا طریق بتایا گیا ہے اسلئے وہاں پر ایک ایک رکعت بتائی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ہم احادیث کو نہیں مانتے۔ تو ہم کہینگے کہ آیت میں تو سجدوا کا لفظ آیا ہے رکعت کا نہیں پھر تم نے ایک ایک رکعت کہاں سے نکالی۔ پھر احادیث میں اس بات کا ذکر آتا ہے۔ کہ رسول کریمؐ نے دونو طائفوں کو ایک ایک رکعت پڑھائی۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ انہی احادیث میں آتا ہے۔ کہ پھر ان دونو گروہوں

نے ایک ایک رکعت خود ادا کی۔ پس ہم ذیل میں احادیث کو ایسے طریق سے لاتے ہیں۔ کہ جن سے ثابت ہو۔ کہ نماز خوف کے ادا کرنے کے کتنے طریق ہیں۔

پہلا طریق خوف کی نماز

عن الحلبی قال سألت اباعبد اللہ علیہ السلام عن صلوٰۃ الخوف قال یقوم الامام وتجئ طائفۃ من اصحابہ فیقومون خلفہ و طائفۃ بازاء العدو فیصلی بہم الامام رکعۃ الخ

ترجمہ: حلبی سے روایت ہے۔ کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے صلوٰۃ خوف کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ امام کھڑا ہو۔ اور ایک گروہ اس کے اصحاب سے آئے۔ اور امام کے پیچھے کھڑا ہو جائے۔ اور دوسرا گروہ دشمنوں کے مقابل میں رہے تو امام ان کو ایک رکعت پڑھائے۔ پھر امام کھڑا ہو۔ اور وہ بھی ساتھ ہی کھڑے ہو جائیں تو امام کھڑا رہے۔ اور پہلا گروہ دوسری رکعت ادا کر کے سلام پھیر کر دشمن کے مقابل چلا جائے۔ اور دوسرا گروہ جس نے نماز نہیں پڑھی آ کر امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شامل ہو جائے۔ پھر جب امام ایک رکعت پڑھا لے تو آپ بیٹھا رہے۔ اور مقتدی اٹھیں اور دوسری رکعت خود پڑھ کے امام کے ساتھ سلام پھیریں۔ (الفروع من الجامع الکافی وکلنافی المغرب)

دوسرا طریق نماز خوف کا

دوسرا طریق نماز کا وہی ہے جو پہلے بیان ہوا۔ لیکن اسمیں زیادتی اتنی آئی ہے۔ عن الصادق علیہ السلام ثم جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتشھد ثم سلم فقاموا ثم قضوا لانفسہم رکعۃ ثم سلم بعضہم علی البعض وقد قال اللہ لنبیہ فیہم فاقمت لہم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منہم معک وذکر الآیۃ فھذہ صلوٰۃ الخوف التی امر اللہ بہا نبیہ (وسائل الشیعہ)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد بیٹھ کر سلام پھیرا۔ تو اسوقت دوسرا گروہ دوسری رکعت کے ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا۔ اور اپنے لئے دوسری رکعت کو پورا کر کے سلام پھیر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے فرمایا ہے۔ کہ جب تو اپنے اصحاب میں ہو۔ اور تو انکو نماز باجماعت پڑھانا چاہے۔ پس چاہئے۔ کہ ان میں سے ایک طائفہ تیرے ساتھ کھڑا ہو۔ اور تمام آیۃ کو پڑھا پس یہ نماز خوف ہے جسکا خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم فرمایا۔

تیسرا طریق نماز خوف کا

عن ابی بصیر قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول انکنت فی ارض مخافۃ فخشیت لصا او سبعا فصل علی دابتک ابی بصیر سے روایت ہے اس نے کہا۔ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام کو کہتے سُنا۔ کہ اگر تو خوف والی زمین میں ہو۔ اور تو چور یا درندہ سے ڈرے۔ تو تو اپنی سواری پر نماز پڑھ لے۔

دوسری حدیث جو کہ عبد الرحمٰن بن ابی عبد اللہ سے مروی ہے۔ کہا اس نے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ سے فان خفتم فرجالا او رکبانا کے متعلق پوچھا۔ کہ وہ کیسے نماز پڑھی جاتی ہے۔ اور اس بارے میں کہ جب کسی درندے یا چور کا خوف ہو۔ اس وقت نماز کا کیا حکم ہے۔ فرمایا۔ کہ تکبیر کہے اور اپنے سر کے ساتھ اشارہ کرے؛

(الفروع من الجامع الکافی)

چوتھا طریق نماز خوف کا

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اذا جالت الخیل تضطرب السیوف اجزائہ تکبیرتان فھذا التقصیر اخر (الفروع من الجامع الکافی) ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب گھوڑے جولانی کریں اور تلواریں چلتی ہوں۔ اور ایک دوسرے پر پڑتی ہوں یعنی جنگ ہو۔ تو اس وقت دو تکبیریں ہی کافی ہونگی۔

دوسری حدیث میں ہے ہر ایک نماز کی دو تکبیریں ہونگی۔ مگر مغرب کی تین ہونگی اور ایسا ہی حضرت علیؑ امیر المومنین نے جنگ حنین میں کیا ہے؛

پانچواں طریق نماز خوف کا

عن جابر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الخوف فصففنا خلفہ صفین والعدو بیننا وبین القبلۃ الخ (مسلم)

جابرؓ سے روائت ہے کہ ہمیں نبی کریمؐ نے صلوٰۃ خوف پڑھائی۔ پس ہم نے دو صفیں باندھیں۔ اور دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھے۔ تو ہم نے رسول کریمؐ کے ساتھ تکبیر بعد رکوع کیا۔ اور سب نے اکٹھے رکوع سے سر اٹھایا۔ تو پھر نبی کریمؐ نے اور جو آپؐ کے ساتھ کی صف تھی۔ سجدہ کیا۔ اور دوسری صف پیچھے کھڑی رہی۔ پس پہلی صف کھڑی ہو گئی۔ تو اگلی صف پیچھے آگئی۔ اور پچھلی آگے چلی گئی۔ پس جب

رسول کریمؐ سجدہ میں گئے۔ تو پہلی رکعت کیطرح پچھلی صف کھڑی رہی اور اگلی صف نے آپکے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر تمام نے اکٹھے سلام پھیرا۔

پس یہ پانچ طریق صلوٰۃ خوف کے ہم نے احادیث سے لکھے ہیں۔ ان سب سے ثابت ہے۔ کہ صلوٰۃ خوف میں بھی جہاں کہیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی ہے۔ تو دونو فریقوں نے ایک ایک رکعت جماعت کے ساتھ اور ایک ایک رکعت خود ادا کی ہے۔ اور دو ہی رکعت انہوں نے نماز پڑہی ہے۔

اب ہم ان احادیث کو لکھتے ہیں۔ جنسے ثابت ہوتا ہے۔ کہ فرض حضر میں دو رکعت ہی نہیں جس کے مولوی تصدق حسین صاحب مدعی ہیں اور قصر دو رکعت ہیں نہ ایک رکعت۔ ملاحظہ ہو۔

حدیث اوّل ثم یصنع فی الرکعۃ الثانیۃ مثل ذالک ثم اذا قام من الرکعتین کبر و رفع یدیہ۔ پھر دوسری رکعت میں پہلی رکعت کیطرح کرے۔ پھر جب دو رکعتوں سے کھڑا ہو جائے۔ تو اللہ اکبر کہے اور اپنے ہاتھوں کو اٹھائے۔ آگے لکھا ہے۔ اذا قعد فی الرکعتین قعد علی بطن قدم الیسریٰ ونصب الیمنیٰ و اذا کان فی الرابعۃ افضی بورکہ الیسریٰ الی الارض واخرج قدمیہ من ناحیۃ (مشکوٰۃ) جب مصلی دو رکعتوں میں بیٹھے۔ تو اپنے بائیں پاؤں کے بطن پر بیٹھے۔ اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرے۔ اور جب چوتھی رکعت میں بیٹھے۔ تو بائیں سرین کو زمین کے ساتھ ملائے۔ اور اپنے دونو پاؤں کو ایک جانب سے نکالدے۔

حدیث ثانی عن مجاھد عن ابن عباس قال افترض اللہ الصلاۃ علی لسان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر اربعا و فی السفر رکعتین (ابن ماجہ)

مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کی زبان پر حضر میں چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعتیں فرض کی ہیں۔

حدیث ثالث عن ابی سعید الخدری قال کنا نحزر قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الظہر والعصر فحزرنا قیامہ فی الرکعتین الاولین من الظہر قدر

قراءة الم تنزیل السجدہ وحزرنا قیامه فی الاخرین قدر النصف من ذالک وحزرنا
فے الرکعتین الاولین من العصر علی قدر قیامه فی الاخرین من الظهر وفی الاخرین
من العصر علی النصف من ذالک (مسلم)

امر وعن ابی قتادة قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقرأ بنا فی
الرکعتین الاولین من صلاة الظهر ویسمعنا الآیة احیانا (ابن ماجہ) کہ نبی کریمؐ
ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت پڑھتے تھے۔ اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنائی بھی دیتی
تھی۔

حدیث رابع عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال الفریضة والنافلة احد و
خمسون رکعة منها رکعتان بعد العتمه جالسا تعدان برکعة وهو قائم الفریضة
منها سبعة عشر رکعة والنافلة اربع وثلثون رکعة (الفروع من الجامع الکافی)
ابو عبد اللہ علیه السلام نے فرمایا کہ فرض اور نفل نماز اکاون رکعتیں ہیں۔ ان سے دو
رکعتیں وہ ہیں۔ جو عشاء کے بعد بیٹھ کر پڑھی جاتی ہیں۔ اور ایک شمار کی جاتی ہیں۔
اور سترہ رکعتیں فرض ہیں۔ (نہ جیساکہ مولوی تصدق حسین دس رکعات فرض خیال
کرتے ہیں۔) اور چونتیس رکعتیں نفل ہیں۔

حدیث خامس عن ضان قال سئال عمرو بن حریث ابا عبد اللہ علیه السلام و
انا جالس فقال لہ جعلت فداك اخبرنی عن صلوۃ رسول اللہ فقال کان النبی
صلی اللہ علیه وسلم یصلی ثمانی رکعات الزوال واربعا الاولی وثمانی بعدها واربعا العصر
وثلثا المغرب واربعا بعد المغرب والعشاء الاخرة اربعا و ثمانی صلوۃ اللیل
وثلث الوتر ورکعتی الفجر وصلوۃ الغداۃ رکعتین (الفروع من الجامع الکافی)
ضان نے کہا۔ کہ عمرو بن حریث نے ابو عبد اللہ علیه السلام سے میری موجودگی میں
سوال کیا۔ اور کہا۔ کہ میں آپ پر قربان جاؤں۔ مجھے نبی کریمؐ کی نماز سے خبر دیں۔
تو انہوں نے فرمایا۔ کہ آپؐ زوال کے وقت یعنی ظہر کی نماز میں بارہ رکعات چار پہلے
کی اور آٹھ بعد کی پڑھتے تھے۔ اور چار رکعت عصر کی پڑھتے تھے۔ اور تین مغرب کی۔

اور چار رکعت اس کے بعد اور عشاء کی چار رکعت اور آٹھ اس کے بعد رات کی نمازیں
اور تین وتر اور دو فجر کی رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور دو رکعتیں صبح کی نماز کی۔ پس اس
حدیث میں ظہر و عصر و عشاء کے چار چار فرض اور شام کے تین اور صبح کے دو فرض بیان
کئے۔ اور باقی سنتیں اور وتر۔

حدیث سادس عن احمد بن محمد ابن ابی نصر قال قلت لابی الحسن علیہ
السلام ان اصحابنا یختلفون فی صلوٰۃ التطوع بعضھم یصلی اربعا واربعین و
بعضھم یصلی خمسین فاخبرنی بالذی تعمل بہ انت کیف ھو حتی اعمل بمثلہ
فقال اصلی واحدۃ وخمسین ثم قال امسک وعقد بیدہ .... والفرائض سبع
عشرۃ فذالک احد وخمسون (الفروع من الجامع الکافی)

احمد بن محمد ابن ابی نصر سے روایت ہے۔ کہ میں نے ابوالحسن علیہ السلام کو کہا۔
کہ ہمارے اصحاب صلوٰۃ التطوع میں اختلاف کرتے ہیں۔ بعض تو چوالیس پڑھتے
ہیں۔ اور بعض پچاس۔ پس آپ مجھے اپنی حالت سے خبر دیں۔ کہ آپ سنتیں پڑھتے
ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں تو اکاون پڑھتا ہوں۔ پھر انکی تفصیل کر دی۔ اور
چونتیس رکعتیں بتا کر کہا۔ کہ باقی سترہ فرض ہیں۔ پس کل رکعات اکاون ہوئیں۔

حدیث سابع عن یونس قال حدثنی اسمٰعیل بن سعد الاحوص قال قلت للرضا
علیہ السلام کم الصلوٰۃ من رکعۃ فقال احدی وخمسون رکعۃ (الفروع من الجامع الکافی)
یونس نے کہا کہ میرے پاس اسمٰعیل بن سعد الاحوص نے بیان کیا۔ کہ میں نے رضا علیہ السلام
کو کہا۔ کہ نماز کی کتنی رکعتیں ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اکاون رکعتیں ہیں۔

حدیث ثامن عن النضر بن سوید عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ قال
الصلوٰۃ فی السفر رکعتان لیس قبلھا ولا بعد ھما شئ الا المغرب ثلث (تہذیب الاحکام)
نضر بن سوید نے عبداللہ بن سنان اور اس نے ابو عبداللہ سے روایت کی ہے۔ آپ نے
فرمایا۔ کہ نماز سفر میں دو رکعتیں ہیں۔ نہ ان کے پہلے کوئی چیز ہے نہ بعد مگر مغرب کی
تین رکعتیں ہیں۔

حدیث تاسع | عن فضیل ابن یسار عن ابی عبد اللہ قال الفرایض والنافلہ احد وخمسون رکعۃ منہا رکعتان بعد العتمۃ جالسا تعدان برکعۃ الفرایض سبع وعشر رکعۃ والنافلۃ اربع وثلثون رکعۃ (تہذیب الاحکام)

فضیل بن یسار نے ابوعبداللہ سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے کہا۔ فرض اور نفل اکاون رکعتیں ہیں جن میں سے دو رکعتیں تاریکی شب کے بعد بیٹھ کر پڑھی جاتی ہیں جو ایک رکعت شمار ہوتی ہے اور فرض سترہ رکعتیں ہیں اور نفل ۳۴ رکعتیں ہیں۔

حدیث عاشر | عن الفضل بن شاذان عن الرضا علیہ السلام فی کتابہ الی المامون قال والصلوٰۃ الفرایضۃ الظہر اربع رکعات والعصر اربع رکعات والمغرب ثلث رکعات والعشاء الاخرۃ اربع رکعات والغداۃ رکعتان ہذہ سبع عشر رکعۃ والسنۃ اربع وثلثون رکعۃ (وسائل الشیعہ فی عیون الاخبار)

وسائل الشیعہ میں عیون الاخبار سے مروی ہے۔ کہ فضل بن شاذان نے رضا علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے ایک خط میں مامون کی طرف یہ لکھا۔ کہ فرض نماز ظہر کی چار رکعتیں ہیں۔ اور عصر کی بھی چار رکعتیں اور مغرب کی تین رکعتیں اور عشا کی چار۔ اور فجر کی دو رکعتیں۔ یہ سب ملکر سترہ رکعتیں فرض ہیں۔ اور باقی سنتیں چونتیس رکعتیں ہیں۔

حدیث احدی وعشر | عن ابی عبد اللہ فی حدیث ان ذالنمرۃ قال یا رسول اللہ اخبرنی عما فرض اللہ علی فقال لہ رسول اللہ فرض اللہ علیک سبعۃ عشرۃ رکعۃ فی الیوم واللیلۃ (وسائل الشیعہ)

ابوعبداللہ علیہ السلام سے مروی ہے کہ ذوالنمرہ نے رسول کریمؐ سے پوچھا۔ کہ حضورؐ مجھ پر فرض نماز کتنی ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے سترہ رکعتیں رات اور دن میں فرض کی ہیں۔

پس ناظرین کی سہولت کے لئے ہم نے یہاں گیارہ احادیث لکھدی ہیں۔ جن سے صاف ثابت ہے۔ کہ پانچوں نمازوں میں دو رکعت فرض نہیں ہیں۔ جیسا کہ مولوی

تصدق حسین کا خیال ہے

پس سترہ رکعتوں کا فرض ہونا حد تواتر کو پہنچ چکا ہے۔ اور ایک ایسی جماعت نے روایت کیا ہے۔ کہ جن کا کذب پر اتفاق نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ منطقیوں نے لکھا ہے۔ والمتواتر وھو اخبار جماعۃ یحیل العقل تواطئہم علی الکذب وتعیین العدد لیس بشرط بل الضابطۃ مبلغ یفید الیقین اور ایسا ہی اصول والوں نے متواتر حدیث کی یہ تعریف کی ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ وہ یقین کا فائدہ دیتی ہے۔ پس جبکہ تواتر سے ثابت ہے۔ کہ فرض سترہ رکعتیں ہیں۔ اور تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور پھر تمام امت محمدیہ کا سترہ رکعتوں کے فرض ہونے پر اتفاق ہے اور نبی کریمؐ نے بھی فرض سترہ رکعتیں ہی پڑھی ہیں تو سترہ رکعتیں ہی فرض پڑھنے چاہئے۔ کیونکہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ عن مالک بن حویرث قال قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوا کما رأیتمونی اصلّی (متفق علیہ) کہ تم ایسے نماز پڑھو۔ جیسے کہ تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔ اور پھر مولوی تصدق حسین کے اعتقاد کے مطابق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز خوف پڑھائی تو آپ پر اسی قاعدہ کے بموجب کہ جیسا دونو فریقوں نے قصر ایک ایک رکعت پڑھی تو حضر میں دو فرض ہونگے۔ نبی کریمؐ کے لئے حضر میں چار فرض ہونگے اور رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ صلوا کما رأیتمونی اصلی کہ تمہاری نماز کا وہی طریق ہونا چاہئے۔ جیسے میں پڑھتا ہوں۔ اگر کوئی کہے۔ کہ رسول کریمؐ نے یونہی ان کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ حضر میں سترہ رکعتیں فرض پڑھا کریں۔ تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ رسول کریمؐ تو اتنے محتاط اور رؤف و رحیم تھے۔ کہ ایک دفعہ عشاء کی نماز پڑھانے میں آپ کو دیر لگی اور بچے عورتیں وغیرہ سو گئے۔ تو آپ نے اسوقت نماز پڑھائی اور فرمایا۔ کہ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا۔ کہ یہ میری امت پر مشقت ہوگی۔ تو میں ان کو اسی وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔ اور پھر فرماتے ہیں۔ لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک مع کل وضوء عند کل صلاۃ۔ کہ میں اگر اپنی امت پر مشقت کا خیال نہ کروں۔ تو میں ہر نماز کے ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دوں۔ پس جبکہ آپ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اتنے محتاط تھے

تو دس کی بجائے سترہ رکعات کیوں فرض کر دیں۔ اگر در حقیقت فرض نہیں تھیں۔ پس فرض دراصل سترہ رکعتیں ہیں۔ کیونکہ نبی کریمؐ اور خلفاء اور صحابہ اور ائمہ و اہلبیت و علمائے اسلام غلطی نہیں کھا سکتے۔ اور نہ ہی امت محمدیہ کا قرآن مجید اور احادیث کے خلاف پر اجماع ہو سکتا ہے۔

پس مولوی صاحب! موجودہ نماز بگڑی ہوئی نہیں۔ بلکہ ایسے ہی شروع سے چلی آئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے نماز کے بگاڑنے کا ذمہ لے لیا ہے۔ اور اضاعوا الصلوٰۃ کے مصداق بننے لگے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے "میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔"

قولہ۔ پس یہ ایک ہی رکعت پڑھنے پر مامور تھے۔ یہ نماز قصر کا حال ہے۔

اقول۔ ہرگز نہیں۔ مطلق نماز قصر کا یہ حال نہیں۔ بلکہ اس نماز قصر کا جو بحالت خوف جماعت کے ساتھ ہو۔ اور وہ خوف جو کہ نسبتہً زیادہ ہو۔ سفر کی نماز قصر کے ساتھ اسکو تعلق نہیں۔ کما کتب اولاً۔

قولہ۔ جب ایک رکعت قصر کی ہوئی تو تمام نماز کی دو رکعت بالیقین ہونی چاہیے۔

اقول۔ یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ یہ قصر نہیں۔ بلکہ قصر در قصر ہے۔ کیونکہ سفر کی وجہ سے دو رکعت قصر ہوئی۔ اور پھر خوف کی وجہ سے ایک رکعت ہوئی۔

قولہ۔ مفسّرین و محدّثین کو جو دھوکہ ہوا ہے۔ وہ محض بے تدبری کا ثمرہ ہے ان چند وجوہات سے پہلی وجہ سفر باعث قصر ہے یا خوف۔

اقول۔ مفسّرین کو تو دھوکہ لگا ہو یا نہ لگا ہو۔ لیکن آپکا دماغ ضرور تناسخ کے چکر میں ہے۔ ہم ثابت کر آئے ہیں۔ کہ سفر بھی باعث قصر ہے۔ اور خوف بھی۔

قولہ۔ نماز قصر و نماز خوف دو ہیں یا ایک۔

اقول۔ نماز قصر و نماز خوف میں تردید ہی غلط ہے۔ کیونکہ یہ دونو ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں۔ مثلاً سفر بھی ہو۔ اور خوف بھی۔ تو وہاں سفر کی وجہ سے قصر اور خوف کی وجہ سے بھی قصر ہوگا۔ تو پھر لفظ یا کے کیا معنی۔

قولہ۔ حضرت رسول اللہ صلعم نے دو رکعتیں پڑہیں یا مومنین نے ایک رکعت۔

اقول۔ اس میں تو کوئی شک نہیں۔ کہ رسول اللہؐ نے دو رکعت پڑہیں۔ اور مومنوں کی ایک ایک رکعت باجماعت ہوئی۔ اور غزوہ ذات الرقاع وغیرہ میں مومنین نے بھی دو دو پڑہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں۔

قولہ۔ نماز خوف کی معذوری حالت پر جسے میں نے خوف مطلق لکہا ہے۔ غور فرماؤ۔ یہاں علمائے اسلام کو بڑا دہوکہ لگا ہے۔ دیکہو آیۃ مبارکہ حافظوا علی الصلوٰۃ۔ والصلوٰۃ الوسطےٰ و قوموا للہ قانتین فان خفتم فرجالا او رکبانا ؏

پہر تفسیر صافی فی الکافی والفقیہ والتہذیب عن الصادق علیہ السلام فی ھذہ الایۃ انھا فی رکعتین تنقص منھما واحدۃ یلیما فی حال الخوف۔ دیکھئے حضرت سلام علیہ سے کس طرح صاف و ظاہر ہے۔ یہ امر کہ نماز قصر و خوف میں فرق ہے نماز خوف میں قصر سے بھی کم کی جاتی ہے۔ پس یہ حکم آیۃ ان خفتم فرجالا او رکبانا کے متعلق ہے جہاں خوف شدید مراد ہے۔ لیکن مفسرین نے غلطی سے آیت ان تقصروا میں لکہدیا۔

اقول۔ کہاں آیت واذا ضربتم فی الارض اور کہاں آیت ان خفتم فرجالا او رکبانا دونو کو ایک جگہ ملا دیا ہے۔ اور تفسیر صافی کی عبارت کو ان خفتم فرجالا او رکبانا میں شامل کیا ہے۔ حالانکہ تفسیر صافی والے نے اس کو واذا ضربتم کے ماتحت لکہا ہے۔ ان خفتم فرجالا او رکبانا میں تو ایسی نماز کا ذکر ہے جسمیں ضروری نہیں کہ رکوع و سجود ہوں۔ بلکہ ایماء و اشارہ ہی کافی ہے۔ پھر آپ تفسیر صافی کی عبارت کو آیت ان خفتم پر محمول کر رہے ہیں۔ اور نماز قصر اور نماز خوف میں فرق ہے جیسے کہ ہم پہلے صلوٰۃ خوف کے طریق بتا آئے ہیں۔ کہ کتنے طریق سے نبی کریمؐ نے صلوٰۃ خوف کو ادا کیا۔

اور جو صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ قصر سفر میں دو رکعتیں ہیں۔ اور جو کہ مولوی تصدق حسین کے عقیدہ کے بالکل خلاف ہے

جسکو خوف کے وقت ایک کرکے پڑھا جائیگا۔ مفسرین نے غلطی نہیں کی۔ بلکہ مولنا صاحب خود غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کیونکہ وہاں آیت میں ایک تو قصر نماز سفر کا بیان ہے۔ اور دوسرا قصر نماز خوف کا۔ جو کہ باجماعت ایک رکعت ہے "

قولہ تفسیر مجمع البیان قد روی عن النبیؐ انہ قال فرض المسافر رکعتان غیر قصر وان الخوف بانفرادہ موجب القصر۔ روایت کی گئی ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ انہوں نے فرمایا۔ مسافر پر دو رکعت فرض ہیں۔ یہ قصر نہیں ہے۔ اور تحقیق خوف ہی باعث قصر ہے۔ (مؤلف) یہ عبارت مجمع البیان کی میرے مقصد کو خوب ثابت کرتی ہے۔ اول یہ کہ مسافر پر دو رکعت ہیں۔ غیر قصر یعنی قصر کے سوا پس معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسافر پر قصر نہیں۔ الخ

اقول۔ اس سے مولنا صاحب کی علمیت کا بھی پتہ لگ گیا ہے۔ کہ مولوی صاحب علم میں کس پائے کے آدمی ہیں۔ کیونکہ ان الخوف بانفرادہ موجب القصر کے معنے کہنے میں یوں گوہر افشاں ہوئے ہیں۔ کہ خوف باعث قصر ہے اول تو مولوی صاحب یہاں قصر کا کوئی حرف نہیں پایا جاتا۔ جس سے آپنے قصر کا حصر خوف میں ہی کر دیا۔ خدا اس حرف کی جس سے آپنے حصر نکالا تھا۔ تشریح کر دی ہوتی۔ کہ یہاں سے حصر نکلتا ہے۔ اس کے معنے تو صاف ظاہر تھے۔ کہ وہ امور جو موجب قصر ہیں۔ ان میں سے خوف اکیلا ہی موجب قصر ہے۔ پس یہ روایت آپکے مقصد کو کسطرح ثابت کرتی ہے۔ یہ روایت تو آپکے مقصد کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں تو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ نماز تین قسم کی ہے۔ ایک نماز مقیم۔ دوسری نماز مسافر۔ تیسری نماز خوف۔ تو اس روایت میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ نماز سفر میں دو رکعت فرض ہیں ان میں قصر نہیں۔ کیونکہ وہ حضر کی نماز کا قصر ہیں۔ اور نماز خوف میں ان دو سے قصر ہو کر ایک رکعت ہوگی۔ تو اس روایت سے کہاں نکلا۔ کہ نماز سفر قصر میں نہیں ہے کیونکہ غیر قصر کے معنے یہ ہیں۔ کہ نماز سفر کی دو رکعتیں فرض ہیں۔ ان میں قصر نہیں اور یہ سچ ہے۔ ہم کب دو رکعتوں میں قصر کرتے ہیں۔ ہم بھی سفر کی نماز میں دو رکعت

کو فرض مان رہے ہیں۔ بحران اللہ عنی بالقصر فی الایۃ قصر صلوٰۃ الخوف من صلوٰۃ السفر کہ خدا تعالےٰ نے آیۃ میں قصر سے مراد صلوٰۃ خوف کا قصر نماز سفر سے لیا ہے نہ کہ نماز حضر سے کیونکہ نماز سفر قصر ہے نماز حضر سے اور صلوٰۃ خوف قصر ہے سفر سے پھر پہلے ہم مجمع البیان سے نقل کر چکے ہیں۔ کہ نماز کی کے رکعتیں ہیں۔ اسے مولوی صاحب اپنے عقیدہ کے خلاف سمجھکر بالکل چھوڑ گئے۔ پس ایسے لوگ کیونکر مصلح ہو سکتے ہیں۔ جو اپنا ایسا مذہب بنا لیتے ہیں۔ جو قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے بالکل مخالف ہے

قولہ۔ (کنز العرفان) فنقول الخوف اذا انتھی الی ملا یمکن معھا الاستقرار والیقاع الافعال صلی الناس فرادیٰ بحسب امکانھم الخ

ترجمہ۔ پس میں کہتا ہوں۔ کہ جبوقت خوف یہاں تک پہنچ جائے۔ کہ سیدھا کھڑا رہنا۔ اور افعال نماز کا واقعہ ہونا ممکن نہ ہو۔ تو لوگ فرداً فرداً بحسب امکان نماز ادا کریں گے اور اگر اس قدر خوف نہ ہو۔ یعنی افعال نماز کو بجا لا سکیں۔ تو یہ صورت ادا نگی نماز کی تین طرح پر ہے۔ پہلی صورت جو نماز مقام بطن النخل میں واقع ہوئی۔ دوسری صلوٰۃ عسفان۔ تیسری ذات الرقاع۔ غور فرمائیے۔ اس عبارت کو کنز العرفان نے میرے مقصد کی شہادت کے لئے واضح کر کے لکھا ہے۔ یعنی نماز خوف کی دو قسم جدا جدا لکھی ہیں۔ اس کے تمام علماء و فقہاء قائل ہیں۔ کہ ضرور دو قسم کا خوف ہے ایک میں تکلیف نمازی بحسب امکان ہے بلا وقوع افعال نماز جو آیۃ رجالا او رکبانا کے مطابق ہے۔ دوسری قسم میں ایک رکعت کامل ص۱۳

اقول۔ مولوی صاحب کنز العرفان کی عبارت آپکے مقصد کی شاہد نہیں۔ بلکہ آپکے مقصد کو جڑ سے اکھیڑ رہی ہے۔ اس لئے کہ وہ خوف جس میں تکلیف نمازی بحسب امکان ہے۔ اور بلا وقوع افعال نماز جو آیۃ رجالا او رکبانا کے مطابق ہے اس میں رکعات نہیں بتائیں۔ کہ اس میں کتنی رکعتیں ہیں۔

تعجب ہے۔ کہ پہلے صفحہ ۱۵ میں تسلیم کر آئے ہیں۔ انھا فی رکعتین تنقص منھما واحدۃ یعنی فی حال الخوف یہ حکم ان خفتم فرجالا او رکبانا کے متعلق ہے۔

اور یہاں رجالا اور رکبانا آئیں اور قسم کی نماز کو شامل کرتے ہیں۔ اور دوسری قسم جو کنز العرفان والے نے لکھی ہے۔ اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ دوسری قسم میں ایک رکعت کامل ہے۔ حالانکہ نبی کریمؐ نے جو نماز خوف ذات الرقاع میں پڑھی ہے۔ اس میں صحابہؓ نے بھی اور نبی کریمؐ نے بھی دو دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ جیساکہ نماز خوف کے ادا کرنے کے طریقوں میں ہم لکھ چکے ہیں۔

قولہ ۔ مگر فرق فہم علماء اور میرے مطلب میں صرف اتنا ہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قسم ثانی جو باعث قصر ہے۔ وہ خوف خفیف میں ہے۔ علماء فرماتے ہیں۔ محض سفر باعث قصر ہے۔ قسم ثانی نماز خوف۔

اقول ۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کہ علماء محض سفر کو ہی باعث قصر قرار دیتے ہیں بلکہ وہ خوف کو بھی باعث قصر قرار دیتے ہیں۔ اور جو عبارت کنز العرفان کی مولوی صاحب نے لکھی ہے۔ اس میں تو سفر کا ذکر ہی نہیں۔ بلکہ اس میں تو خوف کی کمی و زیادتی کے لحاظ سے دو قسم نماز خوف کی لکھی ہیں۔ جن میں سے پہلی یہ ہے۔ کہ جب خوف بہت زیادہ ہو۔ تو اسوقت ایماء و اشارہ کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن دوسری قسم کی تین قسمیں لکھی ہیں۔ اور نبی کریمؐ اور صحابہؓ نے دو دو رکعتیں غزوہ ذات الرقاع میں پڑھی ہیں۔ پس آپ کا کہنا کہ دوسری قسم میں ایک رکعت ہی ہے۔ غلط ہے۔ جو ایک رکعت نماز خوف کی حدیثوں میں آئی ہے۔ وہ تو قصر سفر کی نماز سے کی گئی ہے نہ کہ نماز حضر سے۔ جیسے کہ تفسیر صافی کی عبارت سے ظاہر ہے۔ جو پہلے لکھی جا چکی ہے۔

قولہ ۔ قصر بمعنی نصف ہے۔

اقول ۔ قصر بمعنی ثلث یا ربع یا نصف بھی ہو سکتا تھا۔ جس کا تعین رسول کریمؐ نے خود اپنے عمل سے بتادیا۔ کہ حضر کی چار رکعتوں کو آپ سفر میں قصر کر کے دو پڑھتے رہے۔ پس قصر بمعنی نصف ہے۔ جیسے کہ نبی اکرمؐ نے اپنے عمل سے بتایا۔ اور نماز خوف جو ایک رکعت ہے۔ تو وہ قصر در قصر ہے۔ یعنی سفر کی نماز سے قصر بمعنی نصف ہی کی گئی ہے۔

قولہ - ان تقصروا من الصلوٰۃ میں ال جنسی ہے۔

اقول - آیت میں دونو احتمال ہو سکتے تھے - کہ ال عہد کا ہو یا جنس کا - لیکن نبی کریمؐ کے تعامل نے جیسا کہ احادیث صحیحہ اور تفاسیر سے ظاہر ہے - بتادیا - کہ ان تقصروا من الصلوٰۃ میں ال جنسی نہیں - بلکہ عہد کا ہے "

قولہ - (مجمع البیان) ظاهر الاٰیة تقتضی ان القصر لا یجوز الا عند الخوف لکنا قد علمنا جواز القصر عند الامن من بیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم - پس کیا عند الامامیہ یہ امر مسلم نہیں - کہ حدیث مخالف قرآن افترا ہے "

اقول - یہ بات تو صحیح ہے - کہ جو حدیث قرآن مجید کے خلاف ہوگی - وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے - عمل کے لائق نہیں - لیکن متنازعہ فیہا آیت کی تفسیر میں جو احادیث پیش کی گئی ہے - وہ قرآن مجید کے مخالف نہیں معلوم ہوتا ہے - مولویصاحب نے قرآن مجید کے مخالف یا موافق ہونیکا مطلب نہیں سمجھا - کیونکہ مخالف قرآن ہونیکا مطلب صرف اتنا ہے - کہ قرآن مجید کچھ کہتا ہو اور حدیث میں اس کے خلاف ہو - لیکن وہ احادیث جن میں رکعتوں کا حضر میں دو سے زیادہ فرض ہونا بتایا گیا ہے قرآن مجید کی آیت فاذا اقمت لھم الصلوٰۃ کے خلاف نہیں ہے - کیونکہ آیت میں تو نماز خوف کا باجماعت ہونیکا ذکر ہے - ورنہ اگر اسی آیت سے یہ قیاس کیا جائے کہ کل نماز حضر میں دو رکعت فرض ہیں - تو اس آیت کی رو سے یہ بھی لازم آئیگا - کہ نماز کو سجدہ پر ختم کیا جایا کرے - کیونکہ آیت میں تو پہلے فریق کیلئے وارد ہوا ہے - فاذا سجدوا جب پہلا فریق سجدہ کر چکے - تو ان کی جگہ دوسرا گروہ جسنے نماز نہیں پڑھی کھڑا ہو - تو اس طرح پر تمام نمازیں بغیر تشہد کے ہونگی - حالانکہ مولوی تصدق حسین صاحب بھی اس بات کے ابھی تک قائل نہیں ہونگے - کہ نماز سجدہ پر ختم کردینی چاہیئے - آگے ہوجائیں تو شاید ہوجائیں - کیونکہ جب انھوں نے نماز کو بگاڑنے کا بیڑا اٹھالیا ہے - تو ضرور ہے - کہ وہ اچھی طرح نماز کو موجودہ طریقہ سے بگاڑینگے - اور آگے نماز کو سجدہ پر ہی ختم کردیا کرینگے - پس جبکہ نبی کریمؐ کا عمل اور تمام امت محمدیہ کا عمل اور پھر سوال کے جواب میں

نبی کریمؐ کا فرمانا کہ یہ ایک صدقہ ہے۔ جو ہم پر خدا تعالیٰ نے کیا۔ ہمیں قبول کرنا چاہئیے۔ اور متفقہ طور پر احادیث کا چار رکعتوں کے فرض ہونے پر وارد ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ اصل نماز دو رکعت ہی فرض نہیں۔ جیسا کہ مولوی صاحب کا خیال ہے۔

اگر کوئی کہے۔ کہ نبی کریمؐ نے غلطی کہائی تھی آپ چار رکعات پڑہتے رہے۔ تو اس کا یہ جواب ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کسی نبی کو بھی غلطی پر قائم نہیں رہنے دیتا۔ ہمیشہ ان کی زندگی میں ہی ان کو اطلاع دیدیا کرتا ہے۔ مگر آپ کے نزدیک یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلطی پر قائم رہے۔ کہ آپؐ چار رکعات فرض پڑہاتے رہے۔ اور امت محمدیہ کو بھی گمراہی میں ڈالا۔ یا مانو۔ واقعی چار رکعت ہی فرض تھیں۔ نہ کہ دو رکعتیں۔

قولہ۔ اگر علت قصر محض سفر منجانب اللہ ہوتی۔ تو حد سفر یا صفات سفر جس میں قصر ہونا چاہیئے منجانب اللہ قرآن میں ضرور بیان ہوتا۔ چونکہ سفر باعث نہیں۔ بلکہ خوف معین باعث قصر ہے۔ اس لئے حد خوف و رفع خوف کی تدبیر نماز کی فعلی صورت قرآن میں تعلیم ہوئی۔ غرض مسئلہ کے تمام پہلو کامل اکمل قرآن میں موجود ہیں۔ پس بانیوجہ مقرر و معین باعث قصر خوف ہی ہے نہ سفر۔

اقول۔ ہم کب کہتے ہیں۔ اور مفسرین و محدثین نے کہاں لکھا ہے۔ کہ محض علت قصر سفر ہی ہے۔ اگر آپکے نزدیک ہر ایک بات کا کامل طور پر قرآن مجید میں بیان ہونا ضروری ہے۔ اور نماز کے مسئلہ کو کامل و اکمل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ تو اس قاعدہ کو صحیح ماننے سے مندرجہ ذیل امور لازم آئینگے۔

(۱) ایک تو یہ کہ حدیث یا تفسیر کی کوئی ضرورت نہیں؛

(۲) یہ کہ نماز سجدہ پر ختم کردینی چاہیئے نہ کہ تشہد پر؛

(۳) یہ کہ دو نمازیں کبھی جمع نہیں کرنی چاہئیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں ذکر نہیں؛

(۴) زکوٰۃ جتنی کوئی چاہے۔ ادا کرے۔ چاہے لاکھ پیچھے ایک روپیہ دے۔ تو اسکو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ قرآن مجید میں زکوٰۃ کی حد اور تفصیل وغیرہ بیان نہیں کیگئی؛

(۵) نصاب سے پہلے بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ کیونکہ قرآن مجید میں نصاب کی شرط نہیں؛

(۶) ہر ایک چیز میں زکوٰۃ ہوگی۔ کیونکہ قرآن مجید نے کسی کو علیحدہ نہیں کیا۔

(۷) پھر حج کیلئے احرام باندھنے کا ذکر نہیں کہ کہاں سے باندھا جائے۔ اور حج کا طریق کہ کیسے کیا جائے۔

اور نیز نماز جنازہ کیسے پڑھی جائے۔ یہ بیان نہیں کیا۔ شاید اسکی بھی مولویصاحب کے نزدیک دو رکعت پڑھنی چاہئے۔ کیونکہ جنازہ کے لئے بھی ولا تصل علی احد منہم مات ابداً نماز پڑھنے کا ہی لفظ آیا ہے۔

(۸) یہ امر کہ آیت میں اس بات کا ذکر نہیں۔ کہ حضر میں کتنی رکعات فرض ہیں۔

(۹) امر یہ کہ پہلے طائفہ کیلئے آیت میں رکوع کا لفظ نہیں آیا۔

(۱۰) امر یہ کہ دوسرے طائفہ کے لئے سجدہ کا بھی لفظ نہیں۔ تو ان کی نماز کا کیا طریق ہوگا۔

(۱۱) امر یہ کہ نماز کی بھی حد اور صورت کامل طور پر نہیں بیان کیگئی۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال للصلوٰۃ اربعۃ الاف حد۔ و فی روایۃ اخری للصلوٰۃ اربعۃ الاف باب۔ کہ امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ نماز کی چار ہزار حدود ہیں۔ اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ چار ہزار دروازے ہیں۔ قرآن مجید میں کہاں اتنی حدود اور دروازے بیان ہوئے ہیں۔

پس آپ کے اصول کو صحیح ماننے سے زکوٰۃ۔ نماز جنازہ۔ حج۔ اور حضری نماز فرض نہیں ہونگی۔ کیونکہ ان کی حدود قرآن مجید میں بیان نہیں کیگئیں۔ پس جبکہ ہر ایک بات قرآن مجید میں بیان نہیں کی گئی۔ اور خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ کہ جو رسول تمہارے پاس لائے۔ اور عمل کرے۔ تم بھی اسکو کرو۔ کیونکہ ان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اور جس بات سے روکے۔ اس سے رُک جاؤ۔ پس پہلے ہم اس کے متعلق کافی بحث کر آئے ہیں۔ کہ فرض نماز کتنی رکعت ہیں۔ دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

قولہ۔ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ دونو کا فرداً فرداً نماز کی ایک رکعت پڑھنا خلاف قرآن ہے۔ اگر بحکم حضرت صلعم اسکو بیان کرتے ہیں۔ تو حضرت رسول صلعم پر بہتان ہے۔ اور اگر نمازیوں کا خود ہی فرداً فرداً پڑھنا بیان کرتے ہیں۔ تو ان بیچاروں کا آثم وخاطی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے کہ دارالحرب کے نمازی فریقین بشرط معیت حضرت صلعم کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیئے مامور من اللہ ہو چکے ہیں۔ فرداً فرداً نماز ان کی باطل ہے ؛

اقول۔ جبکہ حقیقت یہی ہے۔ کہ دونو کا فرداً فرداً نماز کی ایک رکعت پڑھنا خلاف قرآن ہے۔ اسوجہ سے کہ اس کا قرآن میں ذکر نہیں۔ اور دارالحرب میں نماز پڑھنے کیلیئے معیت کی شرط ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ سوائے آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھنے کے نماز خوف جائز ہی نہیں ؛

دوسرے اگر کوئی آدمی اکیلا خوف کی جگہ میں ہو۔ تو وہ نماز خوف ایک رکعت نہیں پڑھ سکتا ؛

تیسرے آنحضرت کے بعد اس طریق پر جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ کوئی نماز خوف دارالحرب میں نہیں پڑھا سکتا۔ کیونکہ بقول مصنف توضیح الآیات معیت کی شرط ہے۔ تو جب آنحضرت صلعم فوت ہو گئے۔ تو مشروط بھی فوت ہو گیا۔ کیونکہ اذا فات الشرط فات المشروط۔ حالانکہ آیت کا یہ بالکل مقتضا اور مقصد اور مطلب نہیں ؛

پھر اس کے بعد مصنف توضیح الآیات نے چند احادیث کتاب علل الشرائع سے اور ایک حدیث کافی کی اپنے مقصد کے اثبات کے لئے تحریک کی ہے جس کا ماحصل مصنف صاحب کے الفاظ میں یوں ہے۔

"کہ نماز مفروض من اللہ دو دو رکعت ہی ہے۔ یعنی نماز پنجگانہ صرف دس رکعت تھی۔ لاکن علماء کی کم توجہی و بے رغبتی نے جو دین کیطرف سے انہیں ہو رہی ہے، دس رکعت واجب سے سترہ رکعت واجب بنا دیں۔ اور اسیطرح اکثر احکام خدا میں

بندوں کی تکلیف کو بڑھا بھی دیا۔ اور مشکل میں بھی پھنسا دیا۔"

اوّل تو یہ علماء کی کم توجہی اور بے رغبتی نہیں۔ اور نہ ہی انہوں نے کوئی رکعت اپنی طرف سے بڑھائی ہے۔ اور نہ گھٹائی ہے (سوائے مولوی تصدق حسین صاحب کے) پس اگر ان احادیث شیعہ کو تسلیم کیا جائے۔ تو ان سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کہ علماء نے کسی قسم کی زیادتی کی ہے۔ بلکہ زیادتی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ اور دوسری حدیث جو مصنف صاحب نے کتاب علل الشرائع سے نقل کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ سفر میں قصر جائز ہے۔ جو کہ خود مصنف کے عقیدہ کے بالکل خلاف ہے۔ جیسا کہ اس میں یہ فقرہ آیا ہے۔ وقصر فیہا فی السفر الا المغرب۔ کہ وہ رکعات جو دو زیادہ کی گئیں۔ آپ انکو سفر میں چھوڑ دیتے تھے۔ مگر مغرب کی نماز میں۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ جو دو پر زیادہ رکعتیں کی گئی ہیں وہ واجب ہیں یا سنت۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں نہیں پایا جاتا۔ کہ وہ سنت ہیں۔ اور فروع کافی کی حدیث میں جو سنّت کا لفظ آیا ہے۔ تو وہ حدیث کے لفظ جو آنحضرت ؐ سے منقول ہیں۔ ان میں نہیں ہے۔ اور اہلسنت کی احادیث میں سے بھی ایک حدیث مصنف صاحب نے پیش کی ہے۔

عن عمر رضی اللہ عنہ صلوٰۃ السفر رکعتان غیر قصر علیٰ لسان نبیکم۔ ومن عائشۃ۔ رضی اللہ عنہ اول ما فرضت الصلوٰۃ رکعتین رکعتین فاقرت فی السفر وزیدت فی الحضر۔

ترجمہ۔ ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ سفر میں دو ہی رکعت ہیں۔ یہ قصر نہیں۔ انکا بیان حضرت صلعم سے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ اللہ تعالےٰ کیطرف سے دو رکعت ہی واجب ہوئی تھی۔ پھر سفر میں تو اسی طرح مقرر ہوئی۔ لیکن وطن میں بڑھ گئی۔

اقول۔ عمر رضی اللہ عنہ کے تو قول سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے۔ کہ سفر کی نماز دو رکعت ہے۔ اس میں قصر نہیں۔ اور یہ ہم مانتے ہیں۔ کہ سفر میں دو ہی رکعتیں ہیں

ان میں قصر نہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کی حدیث میں صاف الفاظ ہیں۔ کہ پہلے دو رکعت فرض تھیں۔ لیکن پھر ان پر حضر میں زیادہ کی گئی۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ زیادہ سے مراد آیا فرض ہے یا سنت۔ تو ہمیں دور جانیکی ضرورت نہیں۔ بلکہ انہی احادیث (یعنی بخاری و مسلم) میں جہاں یہ دو رکعتوں والی عائشہؓ کی حدیث آئی ہیں۔ انہی کتابوں میں زیادتی کے معنوں کو بھی کھولدیا گیا ہے۔ کہ زیادتی سے کیا مراد ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ صـ۱۱۹

عن عائشۃ قالت فرضت الصلوٰۃ رکعتین ثم ہاجر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ففرضت اربعا و ترکت صلاۃ السفر علی الفریضۃ الاولی (متفق علیہ)

عائشہؓ سے روایت ہے۔ کہ پہلے دو دو رکعت نماز فرض کی گئی تھی۔ لیکن جب نبی کریمؐ نے ہجرت کی۔ تو پھر چار رکعت فرض ہوئی اور سفر کی نماز پہلے فرض پر چھوڑی گئی۔ جو کہ حضر کی فرض رکعات کا نصف ہے۔

پھر دوسری حدیث ملاحظہ ہو مشکوٰۃ صـ۱۱۹

عن ابن عباس قال فرض اللہ الصلوٰۃ علے لسان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر اربعا و فے السفر رکعتین و فی الخوف رکعۃ (رواہ مسلم)

ابن عباس نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ نبی کریمؐ کی زبان پر حضر میں چار رکعت فرض کیں اور سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت۔

پس یہ دونو احادیث اس بات پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں۔ کہ نبی کریمؐ نے خود اپنی طرف سے زاید نہیں کیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے فرض کی ہیں۔

اور پہلے میں لکھ آیا ہوں۔ کہ رسول کریمؐ اپنی اُمت پر بہت شفقت کہانے والے تھے۔ اور اپنی امت پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتے۔ پس اگر خدا تعالےٰ چار رکعت فرض نہ کرتا۔ تو آپؐ کبھی اپنی امت کو چار رکعت پڑہنے کی تکلیف نہ دیتے پس جب یہ تواتر سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حضر میں

چار رکعات ظہر و عصر و عشاء اور دو رکعت صبح اور تین رکعت مغرب کی پڑھتے رہے ہیں۔ اور جبکہ یہی طریقہ آپ کے خلفاء اور صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین و آئمہ اہلبیت اور تمام امت محمدیہ کا رہا ہے۔ تو ایسے شخص کو ڈرنا چاہیے۔ جو اس کے خلاف من گھڑت عقیدہ بتاتا ہے۔ کیونکہ نبی کریمؐ فرماتے ہیں۔

عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من احدث فی امرنا ھذا لیس منہ فھو رد (ابن ماجہ) کہ جو کوئی ہمارے امر میں نئی بات نکالے۔ تو وہ مردود ہے۔ اور پھر رسول کریمؐ نے وصیت میں یہ فرمایا تھا۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا و عضوا علیھا بالنواجذ و ایاکم و محدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ (رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ) یعنی تم میرے اور خلفائے راشدین مہدیین کے طریقے کو لازم پکڑنا چاہیے۔ اور محدثات امور سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ دین میں نئی بات نکالنا بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ پس جبکہ پہلے احادیث سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ نبی کریمؐ اور خلفاء بھی چار چار رکعت پڑھتے رہے ہیں۔ تو صاف ثابت ہو گیا۔ کہ مولوی تصدق حسین کا خیال ایک بدعت ہے۔ کیونکہ نئی بات ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ لہٰذا اس بات کا متبع بھی گمراہ ہوا۔ اور پھر حدیث میں آیا ہے۔

عن المقدام بن معد کرب الکندی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوشک الرجل متکئ علی اریکتہ یحدث بحدیث من حدیثی فیقول بیننا و بینکم کتاب اللہ عزوجل فما وجدنا فیہ من حلال استحللناہ وما وجدنا فیہ من حرام حرمناہ الا وان ما حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل ما حرم اللہ (ابن ماجہ)

مقدام بن معدیکرب کندی سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ ایک آدمی تخت پر ٹیک لگائے ہوئے ہوگا۔ وہ میری حدیث سے حدیث بیان

کرے گا - پس وہ کہے گا - کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ ہی ہے - جو اس میں حلال پایا جاتا ہے - ہم اس کو حلال سمجھتے ہیں - اور اس میں جو حرام لکھا ہے تو ہم اسکو حرام کہینگے (یعنی وہ احادیث کو نہیں لے گا) خبردار! جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حرام کریں - وہ بھی خدا کا حرام کیا ہوا ہوگا - پس جب نبی کریمؐ کی اطاعت کرنا فرض ہے - اور آپؐ کا حرام کرنا یا حلال کرنا خدا تعالےٰ کا حرام کرنا اور حلال کرنا ہے - تو اسی طرح اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے - کہ دو پر جو باقی رکعت زاید کی گئی ہے - خدا نے نہیں فرض کیں - بلکہ نبی کریمؐ نے اپنی طرف سے فرض کریں تو اس حدیث کی رو سے وہ بھی خدا تعالےٰ کیطرف سے ہی فرض سمجھی جائیں گی - کیونکہ رسول کریمؐ کا فرض کرنا گویا خدا تعالیٰ کا فرض کرنا ہے ؛

پس خلاصہ کلام یہ کہ مولوی تصدق حسین صاحب کا یہ خیال کہ نماز فرض دو رکعت ہی ہے - اس سے زائد نہیں غلط ہے - اور قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے بالکل خلاف ہے - اور زیادتی کا الزام کہ علماء نے اپنی طرف سے رکعات کو زیادہ فرض کر لیا ہے - کذب صریح ہے - کیونکہ علماء نے خود زیادتی نہیں کی - بلکہ دو سے زیادہ رکعات کا فرض ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے - جس کا انکار کوئی مومن صالح متقی پرہیزگار نہیں کر سکتا - سوائے اُس شخص کے جس پر شقاوت غالب آگئی ہے - اور قعر ضلالت میں گرا ہوا ہے اور اس سے نکلنا نہیں چاہتا - اور دین اسلام میں بدعتیں نکالتا ہے - اور روز بروز گمراہی میں بڑھتا جاتا ہے ؛

پھر مصنف توضیح کا یہ کہنا کہ علمائے اسلام کی غفلت کی وجہ سے رکعات زاید کی گئی ہیں - غلط ہے - کیونکہ غفلت ہمیشہ کمی کو چاہتی ہے - نہ زیادتی کو - پس عبادت کو اپنے لئے بڑھانا غفلت نہیں - بلکہ خود مصنف توضیح غفلت کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں - اور ایسے پھنسے ہیں - کہ نکلنا مشکل ہو گیا ہے - اور ایسے ہی لوگوں کے اسلام میں بدعات نکالنے کی وجہ سے مسیح موعودؑ کے آنے کی ضرورت

پڑی۔ جس نے سوئے ہوؤں کو جگایا۔ اور دین کے پیاسوں کو پانی پلایا۔ اور ان سے غفلت کو ہٹایا۔ اور جنہوں نے ظلمت میں سے نکلنا نہ چاہا۔ ان کو مباہلہ کے لئے بُلایا۔ اور جو مباہلہ کے لئے مقابل میں آیا۔ اس نے ہلاکت کو پایا۔ اور اکثر نے مباہلہ سے انکار کر کے اپنی جان کو بچایا۔ اور ہر چند مباحثہ کے لئے بھی کفروں کو بلایا۔ لیکن کوئی میدان میں نہ آیا۔ جیسا کہ مسیح موعودؑ نے مخالفوں پر اتمام حجت کرنے کے لئے فرمایا:۔ ؎

آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند - ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں

وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

پس ہم نے اس واسطے کہ کوئی شخص مصنّف توضیح کی باتوں سے دہوکہ کھا کر اس کے دام کید (مکر) میں نہ آجائے۔ یہ مختصر جواب لکھدیا ہے۔

اور اخیر میں ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ سب کو ہدایت کرے۔ اور گمرہوں کو سیدھے راستہ پر لائے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

وآخر دعوانا ان الحمد للہ

لوب کریم قلندر و میسر

راقم

جلال الدّین مولوی فاضل (سیکھوانی)

فہرست مضامین دربارۂ شیعہ

(از منشی خادم حسین صاحب بہیروی)

(۱) تحقیق واقعات کربلا دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء
(۲) واقعات کربلا دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء
(۳) شیعان قدیم نومبر سنہ ۱۹۱۲ء
(۴) الملاعم ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء
(۵) خواص الائمہ - جولائی سنہ ۱۹۱۲ء
(۶) علامات شیعہ - جون سنہ ۱۹۱۲ء
(۷) عبداللہ بن سبا - مئی سنہ ۱۹۱۳ء
(۸) شیعہ مذہب - مارچ سنہ ۱۹۱۲ء
(۹) سلمان منا اہل البیت جنوری سنہ ۱۹۱۳ء
(۱۰) تعزیہ داری ایران - دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء
(۱۱) یزید کی مدح خوانی - نومبر سنہ ۱۹۱۳ء
(۱۲) عقاید نصاریٰ و عقاید شیعہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء
(۱۳) شمائل مرتضوی سنہ ۱۹۱۳ء
(۱۴) جواب اعتراضات شیعہ مارچ سنہ ۱۹۱۳ء
(۱۵) واقعات کربلا - جنوری سنہ ۱۹۱۳ء
(۱۶) جواب اعتراضات شیعہ مارچ سنہ ۱۹۱۳ء
(۱۷) مماثلت شیعہ و نصاریٰ اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء
(۱۸) خلفائے راشدین و یزید کا مقابلہ جنوری سنہ ۱۹۱۴ء
(۱۹) اتحاد الفریقین فی اعتقاد الفریقین فروری سنہ ۱۹۱۴ء
(۲۰) اتحاد الفریقین فی اعتقاد الفریقین اپریل سنہ ۱۹۱۴ء
(۲۱) تحقیق امام آخر الزمان - جون سنہ ۱۵ء
(۲۲) صحابۂ رسول و صحابۂ امام حسین - مئی سنہ ۱۹۱۶ء
(۲۳) اختلاف کثیر فی المرویات اہل بیت التطہیر جون سنہ ۱۹۱۶ء
(۲۴) بارہ اماموں کے پیرووں کے مختصر حالات - نومبر سنہ ۱۹۱۶ء
(۲۵) مکالمہ شیعہ و احمدی دسمبر سنہ ۱۶ء - جنوری سنہ ۱۷ء
اپریل سنہ ۱۷ء - جولائی سنہ ۱۷ء - ستمبر سنہ ۱۷ء - دسمبر سنہ ۱۷ء
مارچ سنہ ۱۸ء - مئی - جولائی - اگست - نومبر سنہ ۱۸ء
فروری سنہ ۱۹ء - مارچ سنہ ۱۹ء - اپریل سنہ ۱۹ء
(۲۶) چند سوالات اثنا عشری اصحاب سے
مارچ سنہ ۱۹۱۸ء
(۲۷) ابوبکر و عمر سید اکہول اہل الجنۃ ستمبر سنہ ۱۸ء
(۲۸) جوابات اعتراضات شیعہ - جنوری سنہ ۱۹ء
(۲۹) بطلان مطاعن البرہان - جون سنہ ۱۹۱۹ء
(۳۰) اثنی عشری شیعوں کے امام غائب کے
متعلق - اگست سنہ ۱۹۱۹ء
(۳۱) بطلان مطاعن البرہان - دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء

ماہِ فروری کا پرچہ وی پی ہوگا

میں تمام خریداران تشحیذ کو نہائت ادب سے اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ کہ ان کے نام سنہ ۱۹۲۰ء کا پیشگی چندہ وصول کرنے کے لئے فروری کا رسالہ وی۔پی ہوگا۔ تشحیذ کا سال تو جنوری ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ مگر جلسہ کی مصروفیت کی وجہ سے جنوری کا رسالہ وی۔پی نہیں ہوسکا۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ تشحیذ کے قدیمی عنایت فرما - وی۔پی وصول کر کے مجھے مشکور فرمائینگے اگر وی۔پی وصول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ تو پہلے اطلاع دیدیں۔ کیونکہ وی۔پی کی واپسی سے بہت نقصان ہوتا ہے ؎

علمی خدمات

اس جلسہ سالانہ پر ہمارے تاجران کتب نے بہت سا مفید لٹریچر باوجود گرانی کاغذ بہت اچھے کاغذ پر مہیا کیا۔ اس کا ذکر تفصیل سے میں آئندہ مہینے بشرط گنجائش کرونگا ؎

۲ - دفتر تالیف و اشاعت کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریریں جو جلسہ سالانہ سنہ ۱۹۱۸ء پر ہوئی تھیں "عرفانِ الٰہی" کے نام سے اور ایک کتاب مؤلفہ جناب مولوی فضل الدین صاحب "نعم الوکیل" شائع ہوئی ہے۔ احباب کو اُن سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے ؎

احمدی جنتری سنہ ۱۹۲۰ء } برادرم محمد یمین صاحب تاجر کتب نے۔ احمدی جنتری سنہ ۱۹۲۰ء کی نئے مضامین کے ساتھ شائع کی ہے۔

علاوہ تواریخ کے اس میں نہائت کارآمد مضامین درج ہیں ؎

مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی والا رسالہ تشحیذ بہت کم رہگیا ہے۔ جو دوست چاہیں۔ ۸ فی جلد کے حساب سے منگوالیں۔ ورنہ پھر ملنا مشکل ہوگا۔ ایسا ہی **صادق کی روشنی** والا تشحیذ بھی چند جلدیں ملگیا ہے۔ اسکے ساتھ الوصیت بھی ہے۔ چاہیں تو ایک روپیہ فی کاپی کے حساب سے منگوالیں ؎

(مینیجر)

کافوری جنتری سنہ ۱۹۲۰ عیسوی

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ سب جنتریوں سے اعلیٰ کافوری جنتری سنہ ۱۹۲۰ء کی چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اور بلا قیمت و محصولڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر آپکو ضرورت ہو۔ تو دس متفرق جگہ کے پڑھے لکھے ہوئے اشخاص کے نام اور پتہ لکھکر بھیجدیئے مذکورہ بالا جنتری بواپسی ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ کردیجاویگی *

قوت کی گولیاں

۳۱ برس تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں۔ طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اسکینیا ڈامینا ملاکر یہ گولیاں بنی ہیں۔ اسلئے مغز۔ ریڑھ۔ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں۔ زیادہ محنت جوانی کی خرابی و بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز سے فائدہ ظہور میں آتا ہے۔ بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے۔ چہرہ پر رونق جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے۔ قیمت ۴۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ۔ محصولڈاک ایک سے دو شیشی تک ۵ ر *

طاقت بڑھانیوالا ابچل

کولاٹانک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا ابچل ہے۔ زیادہ فکر یا محنت کی وجہ یا غم و بیماری و تبدیلی آب و ہوا کے سبب سے بدن کمزور ہوگیا ہو تو اسکو استعمال کیجئے۔ نئی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ دم کو بڑھاتا ہے۔ اسلئے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑھائی کشتی کثرت ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کاموں میں پہلے اس کو استعمال کرنیسے دم نہیں پھولتا۔ ہول دل دھڑکن کو روکتا ہے۔ رات کو جاگنا ہو۔ اسکو پی لیجئے۔ تکان نہیں ہوگا۔ یہ شراب اور افیون کی عادت کو چھوڑاتا ہے بمفصل حالات کی فہرست بلاقیمت منگوا کر دیکھئے۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی عمر *

ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ